من تشاء

ابن عبداللہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

من تشاء

ابن عبداللہ

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول "من تشاء" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com اور مصنف (ابن عبداللہ) محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد، ادارے، ڈائجسٹ، ویب سائٹ، ایپلیکیشن، اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

انتساب۔!!

ہر اس لڑکی کے نام جو بیٹی ہونے قرض کچھ یوں چکاتی ہے کہ
تاعمر نفرتوں کا زہر اپنے نس نس میں اتار کر مسکراتی ہے۔۔!!

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

پیش لفظ

میں نے سوچا تھا 'من تشاء' کی کہانی کو طویل لکھوں گا پر اسے لکھتے ہوئے مجھے من تشاء کی بے بسی پر رحم آیا۔ میرے زہن میں وہ تمام لڑکیاں گھومنے لگی جن کو اپنے نفرت کا زہر پلا کر مارتے ہیں۔ موت کوئی بھی ہو وہ دردناک ہوتی ہے کسی کی بھی ہو وہ انسان کو سوگوار کر دیتی ہے۔ کچھ کہانیاں بڑی کامن ہوتی ہیں۔ وہ ہم سب کی ایک سی ہوتی ہیں بس کچھ لوگوں کی کہانیوں کا انجام خوش گوار ہوتا ہے۔

جب میں کوئی ایسی سچی کہانی لکھتا ہوں تو ٹھٹک سا جاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ ہم سب ناولز کے اتنے شوقین کیوں ہوتے ہیں۔

شاید اس لئے کہ ہم سب اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ہم اس عمارت کی طرح ہیں جو باہر سے عظیم شان اور خوبصورت نظر آتی ہے پر اندر سے شکست وریخت کا شکار ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ لکھنے والے جو زندگی میں حاصل نہیں کر سکتے ہیں وہ اپنی کہانیوں میں لکھ کر حاصل کرتے ہیں۔ اس بات میں کتنی سچائی ہے میں نہیں جانتا ہوں۔

پر اس سچائی سے کسی کو شاید انکار نہ ہو کتابوں کی دنیا میں ہم وہ تلاش کرتے ہیں جس سے محروم ہوتے ہیں۔ کہانی چاہے جتنی بھی دکھ بھری ہو۔ ناولز میں چاہے کتنے بھی درد ہوں۔ انجام میں سب اچھا ہو جاتا ہے۔ اور ہم بھی شاید کہیں نہ کہیں اس انجام کو اپنی زندگی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ناولز کی 'پرفیکٹ زندگی' ہمیں وقتی طور پر اپنے دکھوں سے غافل کر دیتی ہے۔ شاید یہی فینٹسی کی دنیا ہے جہاں ہر چیز مکمل ہوتی ہے۔ ہر چیز بلآخر ہم حاصل کر لیتے ہیں۔ ہر پسندیدہ چیز ہماری دسترس میں ہوتی ہے۔

شاید اس لئے ہم ناولز کی دنیا میں جینا چاہتا ہیں۔ ہم ان کرداروں کو اپنے ارد گرد سانس لیتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ جب 'عمر جہانگیر' مرتا ہے جب 'ڈی جے' مرتی ہے تو ہم اس کے لئے پہروں روتے ہیں۔ ہفتہ ہفتہ ہم ان کے غم کو اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں۔ ایسے ہی جب کسی ناول کسی کہانی کی ہیپی اینڈنگ ہوتی ہے تو ہم مسرت سے کھل اٹھتے ہیں۔ وہ خوشی ہمارے دلوں کو کسی ازلی سچائی کی طرح اپنی لپیٹ میں لیتی ہے۔

پر میں اکثر ایک چیز نوٹ کرتا ہوں کہ جب ہماری زندگی میں کوئی مرتا ہے یا کسی کو ہم مرتا دیکھتے ہیں تو اتنا غم محسوس نہیں

کرتے ہیں۔کیوں کہ ان کی زندگی کے دکھ ان کی عمر بھر کی مشقتیں اور سٹر گلز ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہیں۔ہمیں بس ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔ہم کسی کی موت کو محض ایک حادثہ یا ایک خبر سمجھ کر بھلا دیتے ہیں۔

کیوں نہ ہم ناولز جیسے حقیقی دنیا میں بھی لوگوں کا دکھ محسوس کریں ان کی خوشیوں پر خوش ہوں اور ان کے دکھوں میں شراکت داری کو قبول کریں۔ایک تسلی امیز بات اور ایک خوشی پر کسی کو مبارک باد دینے جیسے عمل کو ہم اگر ہم اپنے آپ پر لاگو کریں تو مجھے امید ہے کہ ہماری زندگی خوبصورت ہو سکتی ہے۔

ہر وہ کردار جو آپ کے ارگرد موجود ہے اور نفرت کا شکار ہے اسے آپ کی محبت کی ضرورت ہے۔

شاید اس معاشرے کو محبت کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی کبھی نہیں ہے۔

بات کو ختم کرتے ہوئے بس اتنا کہنا چاہوں گا۔

آپ دوسروں کے ساتھ محبت بھرے برتاؤ سے اپنی زندگی میں خوشیاں بھر سکتے ہیں۔اپنی چار سمت نظریں گھمائیں۔۔من تشاء جیسے سینکڑوں اور ہزاروں کردار آپ کو نظر آئیں گے جو گھٹ گھٹ کر جیتے ہیں۔

ان کا کاندھا تھپکیں اور ان کے کان میں سرگوشی کریں کہ۔ زندگی خوبصورت ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہماری توجہ وقت اور محبت آپ کے ساتھ ہے۔

آپ کی اس بات سے بہت سے لوگ جی اٹھیں گے۔

اور یہ آپ کا اس معاشرے پر بہت بڑا احسان ہو گا۔۔!!

ابن عبداللہ

6 مئی 2018 لاہور

03078625600

حد نگاہ پھیلا ہوا صحرا تھا اور اس کی حالت اِنتہائی خراب تھی۔پیاس کی شدت سے نڈھال اور پاؤں تپتی ہوئی ریت نے چھالوں سے بھر ڈالے تھے۔سورج آگ برسا رہا تھا اور وہ پانی کی تلاش میں بھاگی چلی جا رہی تھی۔پر نہ پانی تھا نہ کہیں کوئی نخلستان ۔بھاگتے بھاگتے وہ اوندھے منہ گری تھی۔ریت کے ذروں نے اس کی آنکھوں کو بھر دیا تھا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور پھر واپس گری۔۔"یا خدا۔"

اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

اس کی آنکھیں ریت کی وجہ سے نم آلود ہوئی تھیں۔پر اس تپتے ہوئے صحرا میں اس نمی کی حقیقت زندگی کی سی تھی جو چند لمحوں میں وقت کا صحرا چاٹ جاتا ہے۔

اس نے اپنے تھکے وجود کو ایک آخری بار اٹھایا اسے دور کچھ ریت کے ٹیلے دکھائی دئے تھے۔

شاید ان کے پیچھے کوئی نخلستان ہو یا پانی اس کے دل میں امید جاگی تھی۔

اس نے اپنی بچی کچھی طاقت اکھٹی کی اور ان ٹیلوں کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ چلنے لگی۔

کچھ دیر میں وہ ان ٹیلوں کے پاس پہنچ چکی تھی۔

اپنی دم توڑتی ہوئی سانسوں کو سنبھالتے ہوئے وہ ایک ٹیلے کے اوپر چڑھنے لگی۔

اوپر پہنچ کر اس نے اپنی آنکھوں کو مسلا اور دوسری طرف دیکھا۔

کچھ درختوں کے خدوخال اس کی تھکی ہوئی آنکھوں میں نمودار ہوئے تھے۔

وہ یقیناً کوئی نخلستان تھا۔

شاید وہاں پانی ہو اور چھاؤں تو تھی۔

امید کی کرن نظر آتے ہی اس نے اپنی تاریک ہوتی ہوئی زندگی میں ایک توانائی کو محسوس کیا۔

اب میں بچ جاؤں گی۔

اس نے سوچا اور ٹیلے سے اتر کر دیوانہ وار اس نخلستان کی طرف بھاگی۔

بھاگتے بھاگتے وہ اس جگہ پہنچ چکی تھی پر آگے کچھ صحرائی کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔

امید کے ختم ہوتے ہی اس کے بدن کی ساری طاقت جواب دے گئی۔

"یاخدا رحم۔"

وہ چلائی۔

اچانک صحرا میں ہوا نے شدت پکڑی اور آندھی کی شکل اختیار کرنے لگی۔

ریت کی ذرے ہوا کی شدت کے ساتھ ان کے ماتھے سے ٹکرانے لگے۔

اس سے کچھ دور ہی ایک صحرائی بگولا اٹھا جو تیزی سے اس کی طرف آرہا تھا۔

اس نے جبلی فطرت کے تحت کوئی محفوظ پناہ گاہ کے لئے نگاہیں دوڑائیں پر تیز ہوا میں اڑتی ہوئی ریت نے ہر منظر کو چھپا دیا تھا۔

وہ بگولا اس کی سمت آتے ہوئے ایک بھنور کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

اسے صحرا میں آنے والے ریت کے طوفانوں کے متعلق سنی ہوئی باتیں یاد آئیں۔

اس طوفان میں اس کی زندگی کا شمع بھی آج بجھنے والی تھی۔

"یاخدا رحم۔"

اس نے تیسری مرتبہ پکارہ اور پھر شکست خوردہ سی ہو کر نیچے گری۔

ریت کا طوفان اسے نگلنے کے لئے تیزی سے اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اچانک گھوڑے کی ہنہناہٹ کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔

ایک سفید گھڑ سوار اس بگولے کی دائیں طرف سے نمودار ہوا تھا جس نے منہ پر کالے رنگ کا کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔

طوفان اور گھڑ سوار تیزی سے اس کی طرف بھاگے چلے آرہے تھے۔

ہوا کے ریت جھونکنے کے ساتھ کافی مقدار میں ریت اس کی آنکھوں میں گھسی اور وہ اندھوں کی طرح ہو گئی۔

"میں آج نہیں بچوں گی۔"

اس نے دل میں سوچا اور اوندھے میں گری۔

آخری احساس زندگی ہار دینے کا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کی آزانوں کا وقت جب تیمور ولا میں ایک ننھی مہمان کی آمد ہوئی اور تیموریزادنی اور ان کی ماں کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

جب انہیں پتا چلا کہ دوسری بار بھی بیٹی پیدا ہوئی ہے۔

تیموریزدانی اور ان کی ماں دونوں ہی بیٹی کی خواہش رکھتے تھے۔باقی خاندان کے بھی ان سے ملتے جلتے جذبات تھے۔

خیر ننھی مہمان کو خاندانی روایت کے مطابق آبِ زم زم میں ملی شہد کی گھٹی دی گئی اور ٹھیک اسی وقت قریب کی مسجد سے فجر کی پہلی آزن شروع ہوئی۔

اس بابرکت وقت میں اس ننھی پری کی آمد کسی کو بھی شاید پسند نہیں آئی تھی سوائے اس کی ماں عائشہ بیگم کو۔

صبح تک سب کو اطلاع مل چکی تھی عائشہ کے ہاں دوسری بیٹی پیدا ہوئی ہے۔

اہل وعیاں سے لیکر محلے کی خواتین تک سب ہی ہی تیمور ولا میں اکھٹے ہو چکے تھے۔

عائشہ بیگم کی خیر خیرت دریافت کرتے ہوئے وہ سب اسے مبارک باد دے رہے تھے پر عائشی بیگم نے محسوس کیا جیسے وہ سب اسے پرسہ دینے اکھٹے ہوئے ہوں۔

سب کا سرد رویہ عائشہ کو کھائے جارہا تھا۔

دن گزرتے گئے اور عائشہ بیگم نے محسوس کر لیا کہ اس کے علاوہ اور کسی کو اس ننھی مہمان میں کوئی دلچسپی نہیں ہے

نہ کسی نے اسے پیار سے اٹھایا نہ ہی کسی نے اس کا نام تجویز کرنے کی کوشش کی۔۔

عائشہ بیگم نے خود ہی سوچتے سوچتے اس کا نام "من تشاء" رکھا۔

اس کی پیدائش کے حساب سے شاید یہی نام اس کا ہونا چاہیے تھے۔

اب اس ننھی سی جان کا اک نام تھا۔

من تشاء

گزشتہ شب کے خواب نے من تشاء کو بری طرح ڈرا دیا تھا۔جب وہ جاگی تو اس کا بدن پسینے سے شرابور تھا۔

وہ بستر پر لیٹی اپنے خواب کے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔

"جانے اس خواب کی تعبیر کیا ہو گی۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

اور وہ گھڑ سوار جانے وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا۔

اور پتا نہیں وہ اسے اس خونی طوفان سے بچا سکا تھا یا نہیں۔۔اگر نہیں بچا سکا تھا تو کیا وہ مر گئی تھی۔

موت کے خیال سے اس نے جھری سی لی۔

"نہیں نہیں۔"

اس نے یقیناً مجھے بچا لیا ہو گا وہ میرے کافی قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے خود کو تسلی دی۔

"پر وہ کون تھا۔"

وہ سوچ رہی تھی۔

"کوئی صحرائی لٹیرا۔"

ایک خیال اسے آیا اور ساتھ ہی اسے لٹیروں کی سنگدلی کے قصے یاد آئے

"نہیں وہ لٹیرا نہیں ہو سکتا ہے۔

بھلا کوئی لٹیرا اس طوفان میں اسے بچانے کیوں آتا اتنے خطرناک طوفان میں سب اپنی فکر کرتے ہیں۔"

اس نے خود ہی اپنے خیال میں رد کیا۔

"من تشاء اٹھو یونیورسٹی سے دیر ہو جائے گی۔"

دروازہ کھول کر اس کی بڑی بہن ایمان نے کہا تو وہ اٹھ بیٹھی۔

یونیورسٹی جانے کی تیاری کرتے ہوئے بھی اس کا دماغ اس گھڑ سوار میں الجھا تھا۔

"جانے وہ کون تھا اور وہ اسے بچا سکا تھا یا نہیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء کا بچپن باپ اور دادی کی حقارت اور غم و غصے کی نظر ہو گیا تھا۔

اس کی ماں عائشہ اس کے لئے گھنی چھاؤں کی طرح تھیں جو ساری نفرتوں کی دھوپ خود پر روکے ہوئے تھیں۔

فجر چھوٹی سی عمر میں ہی نفرت اور محبت کو پہچان گئی تھی۔

اس کی خواہش رہی تھی کہ وہ بھی دیگر بچوں کی طرح اپنے باپ سے فرمائشیں کرے۔

سکول میں لڑکیاں اکثر اپنے بابا کے ساتھ جب آتیں تو من تشاء کا چھوٹا سا دل ان کی محبت دیکھ کر دکھی ہو جاتا۔جب کوئی

لڑکی اپنی دادی کا بتاتی کہ وہ کیسے اس سے محبت کرتی ہیں اور انہیں رات کو کہانیاں سناتی ہیں تو من تشاء کا دل بھی دادی سے کہانی سننے کا کرتا۔

پر اس کی دادی اسے دیکھتے ہی نہیں تھی۔

جب فجر تھوڑی بڑی ہوئی تو عائشہ بیگم کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔

تیمور ولا میں خوشیاں پھیل گئیں۔ تیمور یزدانی نے پورے ولا کو روشنیوں سے سجا دیا اور ہر خاص و عام کو بلایا۔ ہر طرف مبارک باد کی صدائیں گونجنے لگیں

وہ من تشاء کے شعور کی پہلی خوشی تھی جو اس گھر میں اسے ملی۔

اسے ملنے والی نفرت اور حقارت قدرے کم ہوئی تھی اس اعزاز کے پیش نظر کے یہ تو قسمت والی ہے کہ اس کے بعد بیٹا ہوا۔

من تشاء انتہائی زہین لڑکی تھی نازک سی اور خوبصورت سی۔ وہ سنہری سی لڑکی تھی جس میں بہت سارے ادھورے جذبے تھے۔

پر اس میں خود اعتمادی کا اس حد تک فقدان تھا کہ وہ اپنی سوچ تو کیا خود اپنے وجود کا پوری طرح احساس نہیں رکھتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تیمور ولا میں ایک مہمان آرہا ہے رہنے۔

ایمان نے اسے بتایا تو وہ چونکی۔

"کون مہمان آرہا۔۔؟"

"وہ گاؤں میں بابا کی زمی ہیں نا چچا خالد ان کا بیٹا ہے جو ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے ساتھ انٹرن شپ کرنے آرہا ہے۔

ایمان نے تفصیل دی تو تو من تشاء کو حیرت ہوئی۔

"اور بابا اسے تیمور ولا میں رکھنے پر راضی ہو گئے۔"

وہ اپنے باپ کی اکڑ کو خوب جانتی تھی اس لئے اسے حیرت ہو رہی تھی۔

"ارے کہاں راضی ہوئے۔"

"تم تو جانتی ہو کہ چچا ہمارے رشتہ دار ہیں دادو نے کہا کہ برا لگتا ہے کہ وہ کسی جگہ کمرہ لے۔ یہ ان کے خاندانی وقار کے منافی بات ہے۔"

"ویسے بھی وہ لڑکا سنا ہے کافی زہین ہے اور بزنس مینجمنٹ کو خوب سمجھتا ہے۔ دادو نے کہا کہ بابا کے کام آئے گا اس طرح وہ مان گئے۔"

"نہ مانتے پر دادی نے کہا کہ چھوٹے چچا کے بچوں کو اور حلیمہ خالہ کے بچوں کو وہ ٹیوشن پڑھائے گا۔ گھر کا بچا ہے مسئلہ بھی نہیں ہو گا۔"

"یہاں اسے کون سا اعلیٰ قسم کا روم دیا جا رہا۔ لان کے ساتھ والا کمرہ جو مالی بابا کے لئے بنایا تھا اس میں رکھیں گے۔"

ایمان نے قہقہ لگایا۔

"تو مطلب اپنے منافع کے لئے ہی اس پر مہربانی کی جا رہی ہے۔ میں بھی کہوں کہ اتنی نوازشیں کیوں کی جا رہی ہے۔"

من تشاء نے منہ بنایا۔۔

"بس کرو تم تو ہر وقت جلی بھنی بیٹھی رہتی ہو۔"

"سنا ہے، ہے بڑا ڈیشنگ، نام سے تو پیارا ہی لگتا ھے۔"

"رامش۔"

ایمان نے آنکھیں گول گھمائیں۔

"اوہ ہو۔۔ تبھی میں کہوں میری بہن اتنی خوش کیوں ہے موصوف گڈ لُکنگ ہیں۔"

"دفع۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔۔ میں نے تو ویسے ہی کہا۔۔" ایمان نے اسے گھورا تو من تشاء ہنس دی

ایمان کے جانے کے بعد من تشاء دوبارہ اپنے خواب کے متعلق سوچنے لگی جس کی تعبیر اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اور وہ کسی سے پوچھنے سے بھی ڈرتی تھی کہ جانے اس کی تعبیر کیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء کے پاس سب کچھ تھا۔ روپے پیسے کی کمی نہیں تھی۔ پر کچھ کمیاں دولت سے پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔

اس کی ماں اس کا کل جہاں تھی۔ بہن سے اس کی دوستی تھی پر اسے اپنی بہن کی اکڑ پسند نہیں تھی۔

بھائی کی پیدائش کے بعد تو جیسے سب کو اس سے نفرت کرنے کے لئے بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔

وہ اکیلے رہنا پسند کرتی تھی۔ دادی اور باپ کی بے رخی کی وجہ سے اس کی نفسیات میں حساسیت اور ہٹ دھرمی پیدا ہو رہی تھی۔

لیکن اس بات کا احساس سوائے اس کی ماں کے علاوہ اور کسی کو نہ تھا۔

ہوتا بھی کیسے اس پر کسی کا دھیان ہی کہاں جاتا تھا۔

اس کی شخصیت بننے سے پہلے ہی بگڑنے لگی تھی۔

سکول کی پڑھائی اور اساتذہ کی تربیت بھی اس میں خود اعتمادی پیدا کرنے سے قاصر رہی وہ سکول میں بھی اکیلی رہتی تھی۔

اسے اپنا بھائی پسند تھا پر اس سے بھی وہ زیادہ گھلتی ملتی نہیں تھی۔

اس کا اپنا ہی ایک جہاں تھا جس میں وہ رہتی تھی۔

وقت کے ساتھ ساتھ یہ بے جا نفرتیں اور حقارتیں اس کے دل اور روح میں ایسے شگاف ڈال رہی تھیں جسے عائشہ بیگم چاہ کر بھی اپنی محبت سے نہیں بھر سکتی تھیں۔

من تشاء کے دو ہی دوست تھے۔

ایک ماں اور دوسرا اللہ جس سے وہ اپنے دل کی ہر بات کرتی تھی۔

اس کے علاوہ سب اس کے لئے اجنبی۔۔یہاں تک کہ کبھی کبھی وہ خود کو اپنے آپ سے اجنبی محسوس کرنے لگتی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"بابا میں نے کہا تھا کہ میں کمرہ رہ لوں گا پر ایسے کسی کا احسان لینا ٹھیک نہیں ہے۔"

رامش الجھا ہوا اپنے باپ سے مخاطب تھا۔اسے تیمور ولا میں رہنا منظور نہیں تھا۔

"پتر۔اب تیمور صاحب نے کہا تو میں انکار نہیں کر سکا ان کو کسی غیر کے گھر تو نہیں جا رہا ہے۔ تیمور یزدانی تمہارے رشتے میں چچا ہی لگتے ہیں۔"

"رہنے دیں بابا۔۔جانتا ہوں کتنا رشتہ نبھاتے ہیں وہ ٹھیک سے بات نہیں کرتے آپ سے۔دماغ ان کا ساتویں آسمان پر رہتا ہے۔۔"

باپ کی بات پر رامش تلخ ہوا تھا۔

"ارے پتر ان کا مزاج ہی ایسا ہے شروع سے۔اللہ بخشے ان کے والد کو وہ بھی ان کے اس مزاج سے بڑے تنگ ہوا کرتے تھے اور اکثر کہتے تھے تیمور کو اپنے مزاج میں نرم لانے کی ضرورت ہے۔

تو دل چھوٹا نہ کر۔

وہ دل کے برے نہیں ہیں اب دیکھ کیسے تمہارا خیال کر کے مجھے کہا رامش کو تیمور ولا میں رہنے کے لئے بھیجو۔

میرا اتنا بڑا گھر ہے اور وہ کسی ہوٹل پر رکے یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔"

جاوید علی ان کی سائیڈ لے رہے تھے۔

"خیر ان کی اس مہربانی کی وجہ بھی کوئی ہو گی جو وہاں جا کر پتا چلے گی۔

آپ کی بات نہ ہوتی تو میں کبھی وہاں رہنے نہ جاتا۔

ایک تو انٹرن شپ بھی ان کے شہر میں ملی ورنہ جہاں سے تعلیم مکمل کی تھی وہاں مل جاتی تو مسئلہ ہی نہ تھا۔"

رامش نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اچھا میرا پتر اب زیادہ فکریں نہ پال رب سائیں سب اچھا کرے گا۔

تُو بس جانے کی تیاری ہے۔

میں زرا کھیتوں کا چکر لگا آؤں۔"

"اپنا خیال رکھنا پتر۔

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں۔ کوشش کرنا کہ ان کو تم سے شکایت ہی نہ ہو۔

تیرے بابا کی بڑی عزت ہے ان کی نظر میں۔۔"

جاوید علی کے جانے کے بعد اس کی ماں نے فکر مند لہجے میں کہا تو رامش ماں کے ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"کیسی بات کرتی ہو ماں۔۔ کیا اپنی تربیت اور اپنے بیٹے پر شک ہے؟"

"نہیں پتر ماں ہوں نہ تو ایسی باتیں کرتی ہوں ورنہ مجھے خود سے زیادہ تجھ بھروسہ ہے۔"

رامش کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے محبت سے کہا۔

"اچھا اب اٹھ ہاتھ دھولے آج تیری پسند کی بریانی بنائی ہے تیرے بابا تو کھیتوں سے اب دیر سے لوٹیں گے تُو کھانا کھالے

۔"

ٹھیک ہے ماں۔"

رامش ہاتھ دھونے اٹھا تو اس کی ماں دوبارہ بولیں۔

"تمہارے کپڑے بیگ میں رکھے ہیں کھانا کھا کر دیکھ لینا۔"

رامش نے سر ہلایا۔

وہ تیمور ولا میں جانا نہیں چاہتا تھا پر باب کے ہاتھوں مجبور ہو چکا تھا۔

اسے تیمور یزدانی ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء کی بہن ایمان شروع سے ہی دادی کے بہت قریب تھی اور اس کا بھائی وہ توسب کی آنکھوں کا تارا تھا۔ فجر ان سب میں اکیلا پن محسوس کرتی تھی دادی اور پھپو کی باتیں اسے بڑی شدت سے چبھتی تھیں۔ ان باتوں کی وجہ سے اس کی شخصیت میں بڑی کمیاں پیدا ہونے لگی تھیں جنہیں اس کی ماں کوشش کر کے سب سے چھپائے رکھتیں تھیں۔

من تشاء کی روٹین سادہ سی تھی۔ صبح سکول جاتی اور واپس آکر قاری صاحب سے قرآن پڑھنے چلی جاتی وہاں سے واپسی پر پڑھائی اور پھر اپنی گڑیا کو لیکر خالی چھت پر باتیں کرنا۔

گڑیا کی بعد اس کے بس دو ہی دوست تھے ایک اس کی ماں اور دوسرا اللہ جس سے وہ سوال کرتی تھی۔ خود ہی سوال کرتی اور خود ہی ان کے جوابات کی تلاش میں اپنے اندر گھومتی رہتی۔

اس کی مختصر سی دنیا تھی جس میں محرومیاں اور ڈھیر سارے سوالات تھے۔

وہ اپنے اندر کی بھول بھلیوں میں گم رہتی تھی اسے جانے کس کی تلاش تھی وہ خود نہیں جانتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سمندر میں طوفان برپا تھا تیز ہواؤں نے لہروں کو طلاطم بخش دیا تھا۔۔وہ ایک چھوٹی سی کشتی پر تھی جو اس طوفان کے سامنے زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتی تھی۔

تیز بارش میں وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی اور اس کے ہاتھوں پر چپو چلانے کی وجہ سے چھالے پڑ چکے تھے۔ ایک تیز لہر نے کشتی کو اوپر اٹھایا تھا۔

اس کے منہ سے چیخ نکلی جو تیز ہوا اور پانی کے اس طوفان میں دب گئی۔

کشتی کو لہر نے بری طرح پٹکا تھا۔۔

ایک شدید دھچکے سے وہ کشتی سے باہر جا گری تھی۔

پانی نے لمحوں میں اسے اپنی قاتل آغوش میں دبایا تھا۔ وہ نیچے کی طرف سفر کر رہی تھی اور اس کی سانس گھٹنے لگی تھی۔

اس نے اپنے بدن کو اوپر کی طرف لے جانے کے لئے شدت سے ہاتھ پاؤں مارے تھے اس کی یہ کوشش کامیاب ہوئی اور وہ اب سطح آب پر تھی۔

اس کی کشتی تیزی سے پانی میں بہتے ہوئے اس سے دور جا رہی تھی۔

وہ کشتی اس کی جان بچا سکتی تھی یا نہیں پر ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا۔

وہ تیزی سے کشتی کی طرف تیرنے لگی تھی۔ تیز ہواؤں اور اٹھتی ہوئی لہروں میں کشتی اس کی رفتار سے زیادہ تیزی سے دور ہوتی جارہی تھی۔

پر وہ ہار نہیں مان سکتی تھی۔ اس نے اپنے بازوؤں میں تیزی لائی اور سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی اپنی کشتی کی طرف تیرنے لگی۔

موت کے خوفنے اس کے بازوؤں میں جیسے کوئی مشین لگادی تھی۔

کروٹیں بدلتی ہوئی طوفانی لہریں اس نگلنے کے لئے بے چین تھیں پر وہ اپنی بقا کے لئے لڑ رہی تھی۔

کچھ دیر میں وہ اپنی چھوٹی سی کشتی تک پہنچ چکی تھی۔

اب وہ کشتی میں اوندھے منہ گری کھانس رہی تھی۔ پانی کافی مقدار میں اس کے اندر چلا گیا تھا اور اسے لگا رہا تھا جیسے اس کے پھیپھڑوں میں پانی اتر چکا ہے۔

بارش زور پکڑ چکی تھی اور سمندر کا مہیب سناٹا اس وقت چنگاڑتی ہوئی ہوا نے تار تار کر رکھا تھا۔

وہ اٹھ بیٹھی تھی

دور سے اسے کسی ساحلی "لائٹ ہاؤس" کی نیلی گھومتی ہوئی روشنی نظر آئی تھی۔

وہ روشنی امید کی تھی

کشتی کا چپو سمندر میں غائب ہو چکا تھا اس کے پاس کشتی کو اپنی منزل کی سمت لے جانے کا کوئی حل نہیں تھا وہ پوری طرح لہروں اور ہوا کے رحم و کرم پر تھی۔

شاید قدرت اس پر مہربان تھی اور اس کے نصیب میں کچھ مزید سانسیں بچی ہوئی تھیں اس لئے لہریں اس کی کشتی کو اس لائٹ کی طرف ہی ہانک کر لے جارہی تھیں۔

اب دھند میں سے سفید لائٹ ہاؤس کا شبیہ ابھر کر اس کی آنکھوں میں پھیل چکی تھی۔

لائٹ ہاؤس پر کوئی کھڑا تھا۔ "ہیلپ می۔"

من تشاء چلائی تھی پر اس کی آواز سمندر کے شور میں ڈوب چکی تھی۔

اچانک من تشاء نے پیچھے کی طرف سے کشتی کو دھچکا لگتے محسوس کیا

وہ پلٹی

۔کچھ دور سے ایک طوفانی لہر پیدا ہو رہی تھی جو کم از کم بیس سے تیس فٹ اونچی تھی۔

"اوہ خدایا۔"

وہ شدت سے چلائی تھی۔

"اے سنو۔اے ہیلپ می۔۔"

وہ چلانے لگی تھی۔

اچانک اس نے محسوس کیا لائٹ ہاؤس پر کھڑا آدمی چونکا ہے

وہ اب اس طوفانی لہر کو دیکھ رہا اس کی نظر من تشاء پر شاید نہیں گئی تھی۔

"اے ہیلپ می۔۔ من تشاء نے ہاتھ ہاتھ ہلائے تھے۔وہ لہر اب پوری شدت سے ساحل کی طرف سفر کر رہی تھی۔۔کشتی کی رفتار اس کے دباؤ سے تیز ہو چکی تھی پر اس لہر کی رفتار اس سے کافی زیادہ تھی۔

"اوہ میرے خدا مجھ پر رحم کر۔

میں ایسی موت نہیں مرنا چاہتی۔"

وہ رونے لگی تھی۔۔

ساحل پر ابھری چٹانیں اس کے وجود کو پاش پاش کرنے کے لئے بے چین تھیں اور پیچھے لہر کسی بھیانک اژدھے کی طرح اسے نگلنے کے لئے تیزی سے اس کی طرف آرہی تھی۔

اس نے آخری بار لائٹ ہاؤس کی طرف دیکھ کر ہیلپ می کی آواز لگائی تھی۔۔شاید اس بار وہاں کھڑے بندے نے اس کی آواز کو سنا تھا۔

جو کہ ناممکن تھا کیوں کی ہوا اور سمندر کا شور اس کی آواز سے ہزار گناہ زیادہ تھا۔

پر وہ جو کوئی بھی تھا اس نے من تشاء کو دیکھ لیا تھا

من تشاء نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔لہر اس کے سر پر پہنچ چکی تھی۔

اس نے آخری نظر لائٹ ہاؤس پر کھڑے بندے کو دیکھا۔

جب لہر نے اس کی کشتی کو کئی فٹ اوپر اچھالا تو من تشاء نے آخری چیخ ماری۔موت سر پر کھڑی تھی۔

جب لہر نے اس کے وجود کو اپنے خونی شکنجے میں جکڑا تو من تشاء نے اس بندے کو لائٹ ہاؤس پر سے نیچے چھلانگ مارتے ہوئے دیکھا۔

حیرت کا آخری احساس اس کے دماغ میں پیدا ہوا کہ کوئی ایسے اسے جانے بنا اپنی جان کو اتنے بڑے خطرے میں کیسے ڈال سکتا ہے

دوسرے ہی لمحے وہ اس لہر میں گھومتی ہوئی سمندر کی چھاتی پر گری اور تیزی سے نیچے جانے لگی۔۔۔موت تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی تھی اس کی آنکھیں اور منہ پانی سے بھر چکے تھے

وہ بہت بری موت مرنے والی تھی آج۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سب لڈو کھیل رہے تھے اور وہ ان سے الگ لان کی طرف کھلنی والی کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی۔

تارا بیگم بھی وہاں تھیں جو اس کے بھائی کی طرف تھیں۔

"ارے ارے یہ گوٹی مت چلاؤ محسن اسے اڑادے گا۔"

اس کے بھائی نے گوٹی چلانی چاہئے تو تارا بیگم نے اسے روکا۔

"دادو دوسری چلائی تو ایمان اسے اڑادے گی۔"

ارسلان نے منہ بنا کر کہا تھا۔

"ارے اس کی فکر مت کرو اپنوں کے ہاتھوں مرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

تارا بیگم نے کپکپاتی آواز میں کہا تو ایمان بولی۔

"کیوں دادو۔۔مر گیا بندہ تو پھر کیا اپنا کیا پرانا۔"

"ایسا نہیں ہے اپنے جب مارتے ہیں تو کم از کم مار کر چھاؤں پر تو ڈال دیتے ہیں۔"

من تشاء اپنی دادی کی بات سن کر مسکرائی۔

"کبھی کبھی اپنے غیروں سے زیادہ بری موت دیتے ہیں۔"

من تشاء کی بات پر تارا بیگم نے اسے گھورا۔

"بڑی بیگم رامش صاحب آئے ہیں۔"

ایک نوکرانی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو سب دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اچھا اندر لاؤ اسے باہر کیوں کھڑا کر دیا اسے۔"

تارا بیگم نے نوکرانی کو ڈانٹا تو وہ واپس پلٹی۔

کچھ دیر بعد رامش کمرے میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم دادو۔"

اس نے داخل ہوتے سلام کیا

"وعلیکم السلام۔۔"

"ماشاءاللہ کتنے بڑے ہوگئے ہو۔جب جاوید کے ساتھ پہلی بار آئے تھے تو کتنے چھوٹے تھے۔"

دادی نے رامش کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تبصرہ کیا۔

باقی سب رامش کو بڑی تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کالے رنگ کے کرتے میں وہ بڑا خوبرو دکھائی دے رہا تھا۔

من تشاء بے شفاف پیشانی اور روشن آنکھوں والے اس جوان کو دیکھا۔

"آپی ٹھیک ہی کہتی تھی بندہ تو بڑا ہینڈسم ہے۔"

اس نے دل میں تبصرہ کیا۔

دادی نے وہاں موجود کزنز کا تعارف اس سے کروایا تو اس نے۔ مسکرا کر سب کو ہیلو کہا

"اچھا آؤ تمہیں تمہارا کمرہ دکھاتی ہوں اسے اپنا گھر ہی سمجھنا بیٹے۔"

"ارے دادی آپ رہنے دیں کسی نوکر سے کہہ دیں وہ دکھا دیں گا۔"

انہیں کھڑے ہوتا دیکھ کر رامش نے آہستہ سے کہا۔

"میں دکھا دوں ان کا کمرہ۔"پھپو کی بیٹی نے موقعہ غنمیت جانتے ہوئے جلدی سے کہا اور تارا بیگم نے اسے گھورا اور پھر رامش سے بولیں۔

"کچھ نہیں ہوتا چل میرے ساتھ آؤ۔"

"واؤ یار کتنا ہینڈسم ہے نا یہ۔۔"دادی اور رامش کے کمرے سے نکلتے ہی کنزہ نے تبصرہ کیا۔

"ہاں یار۔"

"he is so cool ۔۔"

ماہا نے کنزہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اچھا چھوڑو تم لڑکیاں تو بس خوبصورت بندے کو دیکھ کر شروع ہی ہو جاتی ہو۔"

ارسلان نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا

"چلو گیم شروع کرو۔"

اب وہ سب دوبارہ لڈو پر جھک چکے تھے اور من تشاء دور آسمان پر دیکھتے ہوئے اپنے خوابوں کے متعلق سوچے جارہی تھی۔

ایک سوال ہمیشہ اس کے خواب چھوڑ جاتے تھے۔

آخر وہ کون تھا جو اس کی جان بچانا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش جاگنگ کر کے واپس تیمور ولا میں داخل ہوا تو تیمور ہمدانی کو لان میں چائے پیتے ہوئے پایا۔

"سلام انکل۔"انہیں سلام کرتے ہوئے وہ اندر جانے لگا تو تب وہ بولے۔

"ارے بیٹا ایک کپ چائے پیتے جاؤ میرے ساتھ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔۔"خلاف معمول ان کا لہجہ بڑا نرم تھا۔۔تیمور کو حیرت ہوئی تھی۔

وہ ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

لان گلاب اور موتیا کے پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔

"تو جوان کیا ارادے ہیں تمہارے مُستقبل کے کیا بننا چاہتے ہو۔چائے دوسری کپ میں چائے ڈالتے ہوئے وہ اس سے پوچھنے لگے۔"

"کچھ خاص نہیں انکل !ابھی تو بس انٹرن شپ پروگرام مکمل کرنا ہے اور پھر آگے انشاءاللہ کوئی کمپنی جوائن کروں گا۔"رامش نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا تو وہ مسکرائے اور بولے۔

"تمہارے لہجے میں پختہ عزم مجھے دکھائی دے رہا ہے ایسے جوان مجھے پسند ہیں جو کچھ بن کر دکھانا چاہتے ہیں ۔"

رامش نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ من تشاء وہاں چلی آئی۔

"یہ میری چھوٹی بیٹی ہے من تشاء۔۔"تیمور ہمدانی نے رامش سے اس کا تعارف کروایا۔

من تشاء نے اسے دیکھا۔اور اس کی بڑی آنکھوں میں حیرت تھی۔شاید وہ بھی رامش کی طرح اپنے باپ کی اتنے شفیق لہجے پر حیران تھی۔

"کیسے ہیں آپ۔۔؟"من تشاء نے آہستگی سے رامش کو مخاطب کیا تو رامش نے اس کی بڑی آنکھوں میں دیکھا۔

اس کا لہجہ شہد آگنین تھا۔

"جی الحمدللہ اللہ کا کرم ہے آپ سنائیں کیسی ہیں آپ؟ "

تیمور ہمدانی کا موبائل بجا تو وہ" اکسکیوز می "کہہ کر لان کے ایک کونے کی طرف چلے گئے ۔

من تشاء نے ایک نظر اپنے باپ کو دیکھا اور پھر سامنے بیٹھے رامش کو۔

دراز قد، روشن پیشانی، چوڑھے شانے پہلی نظر میں وہ کوئی باکسر یا فلمی ہیرو ہی دکھائی دیتا تھا۔

"جی میں بھی ٹھیک ہوں ۔"اس کے یاقوتی لب لرزے تھے۔

رامش کے لئے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اس کا لہجہ زیادہ خوبصورت ہے یا اس کا حسن زیادہ دلفریب ہے۔

لمبی پلکوں تلے الجھی ہوئی آنکھوں میں جانے کتنے سوال تھے جانے کیسی الجھن تھی جو اس کی آنکھوں میں کسی خواب کی طرح صاف دکھائی دے رہی تھی ۔

رامش نے سر جھٹکا ۔

ان کے درمیان خاموشی تھی ۔ تیمور ہمدانی مسلسل کال پر مصروف تھے ۔

رامش نے دوبارہ سامنے کھوئی بیٹھی لڑکی کو دیکھا ۔

سورج کی کرنیں اس کے ماتھے کو چوم رہی تھیں۔

رامش نے محسوس کیا کہ وہ الجھی ہوئی لڑکی ہے جس ایک سرا کہیں اس کے اندر ہی کھویا ہوا ہے ۔

من تشاء نے بے چینی سے اپنے باپ کی طرف دیکھا ۔

اس کے ہونٹ خاموش تھے پر اس کی آنکھیں بول رہی تھیں ۔اس کی زلفیں صبح کی نرم ہوا سے مسلسل آہستہ آہستہ سے ہل رہی تھیں۔

خاموشی کی اپنی ہی ایک زبان ہوتی ہے ایک غیر رسمی زبان جسے کائنات کا ہر انسان نہیں سمجھتا ہے۔

خاموشی ایک احساس ہے جس کا ادراک روحیں کرتی ہیں جو تکلم سے زیادہ گہری اور معنی خیز زبان ہے۔

رامش نے اس کی خاموشی سے الجھا تھا۔

"آپ کی آنکھیں اتنی الجھی ہوئی کیوں ہیں۔وہ کون سی چیز ہے جو آپ کو پریشان کرتی ہے؟ "رامش سے رہا نہ گیا تو وہ پوچھنے لگا۔

من تشاء اس کے سوال پر یوں چونکی جیسے اس کا کوئی راز کھل گیا ہو۔

"مجھے کیا پریشانی ہوگی آپ کو وہم ہوا ہے ۔"خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے جو اب دیا تو رامش مسکرا دیا۔

"آپ کو ایک بات بتاؤں آپ کو جھوٹ بولنا بالکل بھی نہیں آتا ہے ۔"وہ رامش کے سوال کا جواب سوچ رہی تھی جب تیمور ہمدانی کال ختم کر کے ان کی طرف آئے۔

من تشاء نے شکر کیا ورنہ اس کے پاس رامش کے سوال کا جواب نہیں تھا۔وہ کیا کہتی کہ کبھی کسی نے اس پر اتنا غور ہی نہیں کیا کہ جان پائے اسے۔

"بچو مجھے آفس جانا ہے ۔اور تم مجھے شام کو اپنا کام بتانا۔۔"آخری بات انہوں نے من تشاء کو مخاطب کرتے ہوئے کہی ۔

پھر تیزی سے اندر کی سمت بڑھے۔من تشاء بھی ان کے پیچھے لپکی۔

رامش نے ایک طویل سانس لی۔

اس لڑکی کی بولتی ہوئی آنکھیں اسے الجھا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گم صم رہنے والی من تشاء اپنے ذات کے اندر ہی رہتی تھی ۔مڈل کے امتحان میں اس نے ٹاپ کیا تھا ۔پر کسی کو کچھ خاص فرق نہیں پڑھا تھا اس کی ماں کے علاوہ نہ کسی نے اسے مبارک باد دی نہ کسی نے کوئی تحفہ بس ۔

وہ آگے پڑھنا چاہتی تھی پر دادی نے مخالفت کی پر یہاں اس کی ماں اس کے کام آئیں اور انہوں نے اسے آگے پڑھنے کی اجازت دلوا دی۔

ایک دن دادی نے اسے کہا کہ ہر وقت اپنی منحوس شکل لئے ادھر اُدھر گھومتی رہتی ہو کوئی کوئی گھر داری سیکھو تمہاری ماں اتنی سلیقہ مند ہے اور تم تو لگتا ہے بس کھانے ہی اس دنیا میں آئی ہو ۔

دادی کی بات سن کر من تشاء اندر سے بری طرح ٹوٹی تھی ۔اس کے بعد وہ کوشش کرتی تھی کہ اس کا سامنہ دادی سے نہ ہو۔

اپنے رشتوں کے رویوں کی وجہ سے جو خلاء انسان کے اندر بنتا ہے اسے کبھی بھرا نہیں جا سکتا ہے۔

من تشاء اکثر سوچتی کے اگر وہ دنیا میں آئی ہے تو اس میں اس کیا قصور ہے جو اسے ایسی نفرت جا سامنہ کرنا پڑھ رہا ہے ۔

ان نفرتوں کے سائے میں من تشاء بڑی ہوئی تھی اس لئے اس کا مزاج سب سے الگ تھا۔۔وہ تنہائی پسند تھی اور کسی سے کم گھلتی ملتی تھی۔

اس کا ہمراز بس اللہ تھا جس سے وہ باتیں کرتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش کے لئے تیمور ہمدانی کا رویہ عجیب تھا۔وہ سخت الجھا ہوا تھا۔کہاں وہ شخص جو اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا اور کہاں یہ کہ اتنا اچھا کمرہ اور اتنی خوش اخلاقی سے بات کرنا ۔ وہ چائے کا کپ لیے ٹیرس پر آیا تو اس کی نگاہ ٹیبل پر پڑھی کتاب پر گئی ۔

وہ شاعری کی کتاب تھی ۔کتاب کھولتے ہوئے وہ چونکا ۔

پہلے صفحے پر ہینڈ رائٹنگ میں کچھ لکھا تھا۔

"دیوانی لڑکی"

وہ مجھے کہتا ہے

تم دیوانی لڑکی ہو

پہلے غصہ کرتی ہو

پھر باتوں کو طول دیتی ہو

ہر بات کی وضاحت طلب کرکے

پھر معافی بھی مانگ لیتی ہو

اگر ہوجاؤں میں خاموش کبھی

تو پھر

بات کرنے کا بہانہ بھی ڈھونڈ لیتی ہو

کبھی خوش ہوجاتی ہو اپنی تعریف سن کر

کبھی چڑ سی جاتی ہو

عجب پاگل سی لڑکی ہو

بالکل دیوانی سی لگتی ہو

آہٹ پر وہ چونکا تو سامنے اسے من تشاء خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی ۔

"کسی کی کتاب بلا اجازت اٹھانا بری حرکت ہے ۔"ایک ہونٹ کو دانتوں تلے دبائے وہ اسے گھور رہی تھی۔

"آئی ایم سوری۔"رامش نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا تو اس نے ہاتھ آگے کیا۔رامش نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس کے ہاتھ کو دیکھا۔

"کتاب۔"اس نے تنک کر کہا رامش جھینپ گیا۔

"اوہ یہ لیں کتاب۔" اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے وہ جلدی سے بولا۔

"آئندہ میری کسی چیز کو ہاتھ مت لگانا مسٹر۔"وہ اس کے کتاب پڑھنے پر کچھ زیادہ ہی برہم تھی۔رامش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میرا نام رامش ہے اور مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہر ایسے غیرے کی چیزوں میں دلچسپ لوں۔یہ تو بس ٹیبل پر پڑی دیکھی تو لگا کوئی بھول گیا ہے۔"سپاٹ لہجے میں کہتا ہوا رامش اب پیٹھ موڑے اطمینان سے کھڑا چائے پی رہا تھا۔

اور وہ اس کی پیٹھ کو گھورتے ہوئے پاؤں پٹختے ہوئے چلی گئی تھی۔

رامش پلٹا اور مسکرا دیا۔ اور ہولے سے بولا۔

"تم واقعی دیوانی لڑکی ہو۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء کالج میں پہنچ چکی تھی۔پہلے کچھ دن تو کافی بور تھے کہ وہ الگ تھلگ بیٹھی رہتی پھر اسے ایک دوست مل ہی گئی۔

میرب!

من تشاء وہ سب سے الگ لگی تھی بہت مختلف لڑکی تھی وہ۔ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی اور ساتھ نبھانے والی۔ کچھ دنوں میں ہی من تشاء میرب کے بہت کلوز ہوچکی تھی۔

وہ دونوں اس وقت کالج کے لان میں بیٹھیں جوائنٹ سٹڈی کر رہی تھیں۔

پر من تشاء کا دھیان کہیں اور تھا اور یہ بات میرب نے بھی محسوس کر لی تھی۔۔

"کیا بات ہے کیوں اتنی الجھی رہتی ہو تم؟ "من تشاء میرب کے سوال پر چونکی۔

"ارے نہیں بس ایسے ہی دل و دماغ آج کل عجیب قسم کے اضطراب کا شکار ہے کسی بھی چیز میں دل نہیں لگتا ہے۔"

"اوہ کم آن یار !۔اتنی سی عمر میں کیا سوچتی رہتی ہو تم ۔زندگی کی ہر سانس کو کھل کر جیو کیا پتا کل زندگی ہو نہ ہو۔"میرب نے چہک کر کہا تو من تشاء بولی ۔

"کچھ سوچوں پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا ہے وہ انسان کو بے بس کر دیتی ہیں۔۔"

"افففف بس کرو۔آؤ کینٹین چلتے ہیں ذہن کو ریلیکس رکھا کرو سوچنے سے انسان تھک جاتا ہے۔"میرب کھڑی ہوئی اور ساتھ من تشاء کو بھی کھینچ لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے چلتے ہیں کتابیں تو سمیٹنے دو مجھے۔"من تشاء نے کہا تو میرب نے سر ہلا دیا ۔

کتابیں سمیٹ کر اب وہ دونوں کینٹین کی طرف جا رہی تھیں ۔

"ہیلو جان من کبھی ہمیں بھی لفٹ دے دیا کرو ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔"کینٹین کے پاس فیضی اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

من تشاء نے اسے نظر انداز کیا ۔۔

"پتا نہیں کالج میں ایسے آوارہ لڑکوں کو کیسے داخلہ مل جاتا ہے۔"

"پیسے کا زور ہے بس یہ پڑھنے تو آتے نہیں بس لڑکیوں کو چھیڑنے کے لئے کالج جوائن کرتے ہیں اور کوئی انہیں کچھ نہیں کہتا ۔"میرب نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ دوسری بار اس نے مجھے ایسے تنگ کیا ۔اگلی بار منہ توڑ دوں گی اس کمینے کا۔"من تشاء کا غصے سے برا حال تھا۔

"کام ڈاؤن یارا۔۔ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگا کرتے کیچڑ میں پتھر مارنے سے اپنا ہی دامن گندا ہوتا ہے ۔"میرب نے اسے ریلیکس کیا تھا۔

من تشاء طویل سانس لیکر رہ گئی تھی۔

وہ دونوں اب کول ڈرینکس پی رہی تھیں اور من تشاء سوچ رہی تھی اگر دوبارہ اس لڑکے نے ایسی حرکت کی تو اس کا دماغ ٹھکانے لگائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسلان کی منگنی ہو رہی تھی تیمور ہمدانی نے سارے کام دیکھنے کے لئے رامش کو کو کہا تھا اور اس کا صبح سے دوڑ دوڑ کر برا حال ہوچکا تھا۔

ابھی اسے کچھ فرصت ملی تھی اس لئے وہ کول ڈرنک پیتے ہوئے اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس کہتے ہیں پرائی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔

دو دن سے اس نے کتاب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا تعلیم کے بارے میں وہ ہمیشہ سے ہی انتہائی ذمہ دار تھا۔لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پر کچھ گا رہی تھیں اور وہ بے مزہ ہوکر سنے جا رہا تھا۔

اچانک ہی اس کی نظر من تشاء پر گئی تھی۔آج وہ خلاف معمول نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔شاید اس کے ساتھ اس کی فرینڈز تھیں۔

وہ اس کا جائزہ لینے لگا۔۔۔الجھی ہوئی اداس آنکھیں، جن میں ہزار طرح کے سوال تھے۔۔جانے وہ کہاں الجھی ہوئی رہتی تھی۔

اس کی آنکھیں جیسے ہو وقت خواب دیکھتی تھیں خواب ناک سی۔

اس کے ساتھ آئی دوست کو شاید جلدی تھی اس لئے وہ بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔

فجر نے بات کرتے ہوئے چونک کر اسے دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

کسی نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ لڑکیوں کی اندر ایسا آلہ لگا ہوتا ہے جو کسی کی نظروں تک کو آسانی سے اپنے اوپر محسوس کر لیتا ہے۔

رامش نے سر جھٹکا۔

مجھے اسے ایسے نہیں گھورنا چاہیے پتا نہیں کیا سوچے گی وہ میرے بارے کہ کیسا انسان ہوں میں۔

دل میں سوچتے ہوئے وہ باہر کی جانب نکل آیا جہاں کھانا تیار ہو رہا تھا۔

پر اس کا دماغ کہیں نہ کہیں اس لڑکی میں الجھ گیا تھا جو خود تو خاموش رہتی تھی پر اس کی آنکھیں بولتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء نے میرب کو ایمان آپی سے ملوایا تو میرب کو وہ بہت پسند آئیں تھیں۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ایمان آپی بہت خوبصورت تھیں اور سلیقہ مند بھی۔

من تشاء کو اپنی بہن ویسے بھی بہت پسند تھی سوائے ان کی ایک عادت کے۔ایمان بہت مغرور تھی اور حد درجہ ہر اعتماد بھی شاید باپ اور دادی کا اس پر التفات ہی اس کی وجہ تھا کہ وہ ہر چیز پر اپنا حق سمجھتیں تھیں۔

اس کے مقابلے میں من تشاء کم گو اور واجبی سی شکل و صورت کی لڑکی تھی۔۔یا شاید وہ زیادہ بن ٹھن کر نہیں رہتی تھی اس لئے وہ کم خوبصورت لگتی تھی ۔پر اس کی ایک بات انتہائی اچھی تھی کہ وہ اللہ کے بے حد قریب تھی اور اس کی سب خامیوں پر یہ بات بھاری تھی ۔

وہ عبادت بے حد دل لگا کر کرتی تھی اور اپنی ساری باتیں اللہ سے کر کے مطمئن ہوجایا کرتی تھی ۔

"یار مجھے جانا ہے میرے بھائی ساتھ آئیں ہیں اور وہ بار بار جانے کا کہہ رہے ہیں۔"میرب نے من تشاء کو ایک کونے میں لیکر جاکر کہا تو من تشاء نے غصے سے اسے دیکھا۔

"ایسے کیسے جا سکتی ہو تم کھانا کھا کر جانا ۔"

"پر میرے بھائی۔۔"میرب منمنائی

"ارے ان سے میں بات کرتی ہوں دروازے پر بلاؤ ان کو۔"من تشاء نے کہا تو میرب نے سر ہلا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ احل کے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ میری دوست کو کیوں بار بار تنگ کر رہے ہیں ہاں۔منگنی کا فنکشن ہے وقت تو لگتا ہے بیچاری کو انجوائے بھی نہیں کرنے دے رہے ہیں۔"من تشاء کی بات پر احل نے اپنی بہن کو گھورا اور پھر بولا ۔

"مجھے ایک ضروری کام سے جانا تھا اس لئے کوشش کریں کہ جلدی ہی یہ فری ہوجائیں۔"

"اچھا اب کھانا لگنے میں کچھ ہی وقت ہے آپ تب تک ویٹ کریں ۔"

من تشاء نے حکم سنانے کے انداز میں کہا اور میرب کو ہاتھ پکڑ کر اسے واپس لے گئی۔احل نے خاموشی سے اس لڑکی کو جاتے دیکھا ۔

وہ لڑکی کچھ الگ تھی اس لئے اس کے دل کو چھو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج مغرب کی نماز اس کی کافی طویل ہوگئی تھی ۔وجہ وہی اللہ سے باتیں تھیں ۔یہ نہیں کہ وہ دعا نہیں مانگتی تھی پر وہ زیادہ اللہ سے باتیں کرتی تھی جن کے جواب اسے خود ہی اپنے زہن میں مل جاتے تھے ۔

لیکن آج وہ ایک نئی الجھن کا شکار ہوچکی تھی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے۔آج اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا ۔

آج صبح ہی میرب اس سے ملنے آئی تھی اور اسے ایک الجھن میں ڈال گئی تھی۔اس کی باتیں من تشاء کے

دماغ سے نکل ہی نہیں رہی تھیں۔گو کہ وہ میرب کو صاف جواب دے چکی تھی پر خود الجھ گئی تھی۔

اس نے جائے نماز طے کر رکھی اور سوچا کہ کچھ کھایا جایا دوپہر سے اس نے کچھ نہیں کھایا نہیں ۔

بھوک سے زیادہ اس کو فکر اس بات کی تھی کہ وہ خود کو مطمئن نہیں کر پارہی تھی۔

من تشاء کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اسے پہلی نظر میں پسند کر سکتا ہے۔

اگر اس میں کچھ پسند کرنے لائق ہوتا تو اس کی دادی اور باپ اس سے نفرت کرتے ۔

ایک پل کو اسے لگا تھا جیسے میرب نے اس سے مذاق کیا ہو۔پر میرب کے چہرے سے ایسا نہیں لگا تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہے ۔

احل ایک خوبرو لڑکا تھا شریف تھا اور بلا کا زہین تھا۔

اس جیسا لڑکا من تشاء جیسی لڑکی کو پہلی نظر میں پسند کرے ممکن ہی نہ تھا ۔

من تشاء کو لگا احل اس سے فلرٹ کر رہا ہے۔

ویسے بھی میرب اور ان کے سٹیٹس میں بڑا فرق تھا لیکن یہاں مسئلہ من تشاء کی ذات اور سوچ کا تھا۔

میرب کو صاف جواب دے چکی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہو سکتا ہے ۔

پر وہ خود کیوں الجھ گئی تھی اور مطمئن نہیں ہو رہی تھی یہ بات اسے پریشان کر رہی تھی۔

عشاء کی نماز کے بعد وہ چھت پر چلی آئی تھی اور اوپر پھیلے نیلے آسمان کو دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہی تھی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج احل دوپہر سے ہی اپنے کمرے میں لائٹ آف کیئے آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔وہ دن میں کبھی نہیں سویا تھا۔

"اپنے بھائی کو اٹھاؤ میرب ظہر تو پہلے ہی قضا ہوچکی ہے اب عصر بھی جائے گی۔"ماں کی بات سن کر میرب احل کے کمرے میں داخل ہوئی

کمرے میں اندھیرا تھا۔لائٹ جلا کر وہ احل کی طرف مڑی۔

احل ویسے ہی لیٹا ہوا تھا۔میرب جانتی تھی کہ وہ جاگ رہا ہے اور یہ بھی کس بات کا سوگ منایا جا رہا ہے۔

پر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی اپنے لاڈلے بھائی کے لئے ۔

وہ خاندان بھر کر لاڈلا تھا اور اس کی ہر خواہش پوری کی جاتی تھی۔۔

اس میں کوئی کمی نہیں تھی اور من تشاء نے کوئی وجہ بھی انکار کی نہیں بتائی تھی اور جو بتائی تھی وہ وقت کے ساتھ پوری کی جاسکتی تھی۔

میرب کے کہنے پر آحل اٹھا اور مسجد جانے کی تیاری کرنے لگا اور اس کے جانے کے بعد وہ سارے آنسو بہا دئے جو وہ بھائی کے سامنے روکے ہوئی تھی۔

احل کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ ساری رات نہیں سویا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے دکھ پہنچا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پارہی تھی۔اس کے ہر لحاظ سے اچھے بھائی کو من تشاء نے ٹھکرا دیا تھا۔

وہ اس کے انکار کی وجہ کسی حد تک سمجھتی تھی کیوں کہ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ بظاہر ٹھیک نظر آنے وہ لڑکی اندر سے کس حد تک ٹوٹی ہوئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش نے من تشاء کو چھت پر کھڑے دیکھا تو اس کے پاس چلا آیا۔

وہ آسمان کو گھورے جا رہی تھی۔

"آسمان خوش قسمت ہے کہ اس کے من میں کوئی سوال نہیں ہوتے نا کوئی الجھن ہوتی نا اس کا ماضی ہوتا ہے جو اسے پریشان کرے۔"رامش نے آہستہ سے کہا تو وہ چونکی اور سر پر دوپٹہ درست کیا۔

"ہاں ہوسکتا ہے۔"وہ بڑ بڑائی تو رامش مسکرا دیا۔

"ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا ہے کبھی کبھی کچھ سوال ایسے زندگی میں آتے ہیں کہ ان کو حل کرنے کی خوہش میں خود انسان کی ذات ہی سوالیہ نشان بن جاتی ہے ایسے میں انسان کو چاہیے کہ وہ خود کو وقت کے دھارے میں چھوڑ دے۔"

"پر کچھ سوالات کے جواب حاصل کرنا بھی تو ضروری ہوتا ہے نا۔"

رامش کی بات وہ بولی تھی۔

"نہیں۔۔وہ سوال جو زیادہ پریشان کریں ان کو حل کرنا ضروری نہیں ہے۔زندگی کے امتحان میں بھی ہمیں بس وہی سوال حل کرنے چاہے جن کا ہمیں علم ہو کہ ہمیں وہ سوال آتے ہیں۔اگر کسی ایسے سوال کو ٹچ کریں گے جس کا جواب نہیں ملتا تو امکان ہیں ہم اس امتحان میں ناکام ہوجائیں۔"

"کیا آپ نے بھی کوئی سوال ایسا ٹچ کیا ہے جو آپ کو آتا ہی نہ ہو۔"وہ پوچھ رہی تھی۔

رامش اس الجھی ہوئی لڑکی کو دیکھنے لگا اس کا دل کیا اسے کہے کہ وہ ہی اس کی زندگی کی وہ سوال بنتی جا رہی ہے جو آؤٹ آف سلیبس ہے۔

پر پتا نہیں وہ کیوں کہہ نہیں پایا اس لئے بات بدل کر بولا ۔

"ابھی تک تو میں نے ایسے کسی بھی سوال کو ٹچ نہیں کیا ہے پر شاید آگے میں ایسے کسی سوال میں الجھ جاؤں۔"وہ خاموش رہی تھی۔

اور وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ اس کی زندگی کے نصاب میں شامل نہیں تھی پھر وہ کیوں اسے حل کرنا چاہتا تھا

☆☆☆☆☆☆☆

گھنا جنگل تھا چاروں طرف سناٹا تھا اتنا زیادہ کہ وہ اپنے دل کی دھڑکن کو سن پا رہی تھی۔

دھک دھک۔۔۔وہ سخت ڈری ہوئی نگاہوں سے جنگل سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہی تھی پر اسے کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔

"کوئی ہے۔۔۔؟"وہ چلائی ۔۔اس کی آواز درختوں سے ٹکرا کر واپس لوٹ آئی تھی۔

اس نے اندازے سے ایک سمت چلنا شروع کیا ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ ایک کانٹا اس کے پاؤں میں شدت سے چبھا۔

اس نے ایک جھٹکے سے پاؤں اٹھایا خون کی کچھ بوندیں نمودار ہوئیں اور وہ درد سے سسک اٹھی۔

کچھ راستوں پر کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے جو کبھی جسم تو کبھی روح کو چھلنی کرتے ہیں۔

اس نے کانٹا نکالا اور اکھڑا کر چلنے لگی اب وہ سنبھل کر پاؤں رکھ رہی تھی۔۔جانے کتنا وقت اسے یونہی جنگل میں گھومتے گزارا تھا۔اب وہ تھکن اور پیاس محسوس کر رہی تھی ۔

اس نے کہیں دور سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی تو وہ اس طرف چلنے لگی ۔کچھ دیر میں وہ ایک آبشار کے پاس کھڑی تھی جو ۔

پانی کہیں اوپر سے تیزی سے ساتھ گر رہا تھا اور نیچے ایک چھوٹی سی جھیل بنی تھی جس کے اردگرد مختلف پھول کھلے ہوئے تھے۔

"کتنی خوبصورت جگہ ہے یہ۔" اس نے دل میں سوچا تھا۔

منظر کے سحر نے کچھ لمحوں کے لئے اسے موجودہ صورتحال سے غافل کر دیا وہ منہ دھو کر اور پانی پی کر وہیں گھاس پر بیٹھ چکی تھی ۔

کچھ تتلیاں پھولوں پر منڈلا رہی تھیں ۔اس نے کچھ پرندوں بھی دیکھا جو وہاں بسیرا کیئے ہوئے تھے ۔

ہر طرف سکوت تھا۔

وہ گھاس پر لیٹ کر اوپر آسمان کو دیکھنے لگی جو بالکل شفاف تھا۔

آسمان کو دیکھتے دیکھتے ہی اسے اونگھ سی آئی ۔

اچانک ایک غراہٹ کی آواز سے وہ ہڑ بڑا کر اٹھی۔

وہ بھڑیوں کا گروپ تھا جو تین اطراف سے اسے گھیر چکا ہے۔سردی کی ایک لہر اس کے سارے بدن میں سرایت کر گئی۔

بھیڑیوں کی سرخ آنکھیں اور ان میں چھائی خونخوار درندگی نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

من تشاء نے جھیل کی طرف دیکھا اور پھر بھڑیوں کو۔

بچنے کے چانس کم تھے جھیل تک کافی راستہ تھا اور اگر وہ جھیل تک پہنچ بھی جاتی تو اسے معلوم نہیں تھا کہ جھیل کتنی گہری ہے۔پر اسے فیصلہ لینا تھا۔

وہ اچانک اٹھی اور جھیل کی طرف بھاگی بھیڑیے بھی اس کے تعاقب میں لپکے من تشاء سے ان کی رفتار کہی زیادہ تیز تھے۔چند لمحوں میں ہی وہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔

پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش میں اسے ٹھوکر لگی اور وہ آگے کو گری۔سب سے آگے موجود بھیڑیے نے اس پر چھلانگ لگائی ۔

من تشاء نے چیخ ماری ۔

اچانک ہی گولی چلنے کا دھماکہ ہوا اور بھیڑیا کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ نکلا اور وہ من تشاء کے اوپر گرا۔جھاڑیوں ہلیں اور ان میں سے ایک ایک بندق کی نال برامد ہوئی ۔من تشاء کے ساتھ ساتھ ساتھ بھڑیوں کا گروپ بھی جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا ۔

ایک پاؤں جھاڑیوں سے برامد ہو جس پر فوجی بوٹ تھے ۔

"من تشاء ۔۔افف من تشاء ۔۔"کسی نے اس کا کاندھا ہلایا۔۔ایمان اس پر جھکی ہوئی تھی۔

من تشاء پسینے سے شرابور تھی اورایمان اسے گھور رہی تھی ۔۔

"ایک تو تمہاری ان چیخوں نے میری نیندیں اڑا رکھی ہے۔"وہ اٹھ بیٹھی تھی ۔

ایمان نے اسے پانی پلایا۔

"کیا ہوتا ہے تمہیں بتاؤ مجھے۔۔"ایمان اس کے پاس بیٹھ چکی تھی۔

"کچھ نہیں اپیا۔۔"وہ الجھی ہوئی کہہ رہی تھی۔

ایمان کچھ دیر اسے گھورتی رہی پھر طویل سانس لیکر بولی کل سے میں الگ کمرے میں سوؤں گی۔۔

من تشاء کچھ نہیں بولی تھی ۔۔ایمان اپنے بستر پر جاچکی تھی اور وہ الجھی ہوئی لیٹ گئی۔

"جانے وہ کون تھا اور اس کے سامنے کیوں نہیں آتا تھا۔"وہ چھت گھورتے ہوئے خود سے سوال کر رہی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

میرب اور اس کی ماں بہت خوش تھیں کیوں کہ احل کو لندن میں ایک یونیورسٹی کے لئے سکالر شیپ ملی تھی۔وہ دو سالوں کے لئے لندن جا رہا تھا۔احل خود بھی بہت خوش تھا اس نے محنت بھی بہت کی تھی محدود وسائل میں رہتے ہوئے احل نے اپنی لگن سے اپنا مقصد پایا تھا۔

احل ابھی مسجد سے شکرانے کے نوافل ادا کر کے لوٹا تھا۔

"بھائی آپ کہیں تو میں من تشاء نے دوبارہ بات کروں مجھے علم ہے کہ آپ خوش نہیں اس کے انکار سے ۔"میرب نے بھائی کو مزید خوش کرنے کے لئے پوچھا۔

احل نے قہقہ لگایا۔

"ارے کون من تشاء میں اس نام کی کسی لڑکی کو نہیں جانتا۔"میرب کو حیرانی کا جھٹکا لگا۔

"تم بھی بھول جاؤ۔"احل اٹھ کر باہر نکل گیا۔۔پر میرب کے دل میں ہزار سوال تھے۔

اگر اس کے لئے من تشاء کے انکار معنی نہیں رکھتا تھا تو وہ کیا تھا کہ جس وجہ سے اس کا بھائی اتنے دن پریشان رہا۔

شاید کہیں نہ کہیں احل نے ضد باندھ لی تھی وہ اب زندگی میں بہت کامیاب ہوکر فجر کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ

غلط تھی۔

بہت سوچنے پر میرب کو لگا کہ احل من تشاء کو پسند نہیں کرتا تھا بلکہ شاید وہ خود پسند تھا۔فجر کے انکار نے اس کی انا پر چوٹ لگائی تھی۔دکھ اسے اسی چوٹ کا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اسے ریجیکٹ کر سکتا ہے۔۔

میرب نے طویل سانس لی اور گھر کے کام کرنے لگی۔شاید اس کی الجھن کو وقت دور کرتا۔اور وہ وقت کافی دور تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ چھٹی کا دن تھا میرب حسب معمول من تشاء کے گھر اس کے ساتھ پڑھائی کرنے آئی ہوئی تھی۔من تشاء منگنی کی تصویر لے آئی تھی اور میرب کو دکھا رہی تھی۔میرب کو ارسلان کی منگیتر پسند نہیں آئی تھی تھوڑی نک چڑھی تھی اور شکل و صورت سے بھی بس پوری پوری تھی۔سب تصویں دیکھتے ہوئے میرب نے من تشاء کی تعریف کی۔۔منگنی والے دن وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم پچھلے سنڈے کیوں نہیں ہوئی آئی؟"تصویروں کو رکھتے ہوئے من تشاء نے میرب سے پوچھا۔

"احل بھائی کو لندن کی سکالر شپ ملی ہے پچھلے سنڈے کو امی نے دعا کروائی تھی اس لئے نہیں آسکی۔"من تشاء کو لگا جیسے اس کے اندر کچھ ہوا ہو۔

اسے کیا ہوا تھا وہ خود نہیں سمجھ سکی تھی میرب نے اس کے چہرے پر بدلتے رنگوں کو پڑھ لیا تھا۔میرب اور من تشاء دنوں ہی خاموش تھیں۔

"سب کچھ نارمل تھا پر پتا نہیں کیوں میرب کو لگا جیسے من تشاء اداس ہے۔"دونوں کتابیں کھول کر بیٹھ گئیں ۔۔پر میرب نے محسوس کیا کہ من تشاء وہاں ہوتے ہوئے بھی وہاں نہیں تھی۔

وہ کس الجھن کا شکار تھی یہ نہ وہ جانتی تھی نہ ہی من تشاء کو علم تھا کہ اسے کیا ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش اپنے اور من تشاء کے درمیان کا فرق جانتا تھا۔۔وہ عام لڑکوں کی طرح خیال دنیا نہیں بناتا تھا۔۔وہ حقیقت پسند تھا۔پر جب سے وہ من تشاء سے ملا تھا وہ اس کی طرف کھینچا چلا جا رہا تھا۔خود کو ہزار روکنے کے باوجود بھی وہ روک نہیں پارہا تھا اپنے آپ کو۔

اس کی زندگی میں محبت نام کا خانہ خالی تھا۔یہ نہیں تھا کہ اسے کبھی لڑکی نہیں ملی تھی۔۔وہ مردانہ وجاہت کا نمونہ تھا۔

پر اس نے کبھی کسی کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھا تھا۔۔وہ ہمیشہ اپنی حدود اور اپنے والدین کا خیال رکھتا جنہوں نے بڑی محنت سے اسے پڑھایا تھا۔

پر وہ لڑکی اس کے سارے ارادوں کو توڑ رہی تھی۔

کہیں اندر ہی اندر وہ اس کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی اور وہ چاہ کر بھی خود سے اسے نکال نہیں پا رہا تھا۔

"کیا مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے؟"ایک خوفناک سوال اس کے سامنے تھا۔

اور وہ اس سوال سے نظریں چرا رہا تھا۔۔وہ جانتا تھا اگر وہ سوال کا جواب دے گا تو بڑا طوفان اٹھے گا جو سب کچھ بہا کر لے جائے۔اور پیچھے تکلیف دہ یادوں کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔

اس کے اندر محبت کہیں خاموشی سے پنپ رہی تھی۔۔اس کے دل میں جذبوں کی دھوپ تلے محبت کا پودا نمو پا رہا تھا۔اور وہ اس پودے کو مسل کر بھی نہیں پھینک سکتا تھا۔

محبت انسان کو بے بس کر دیتی ہے۔سب کچھ جیسے دل کے کنٹرول میں چلا جاتا جو اپنی مرضی چلاتا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ اس کے باپ کی بڑی عزت ہے۔۔تیمور ولا کے اس کے گھر پر بڑے احسانات تھے اور وہ احسان فراموش اور نمک حرام کہلانے سے ڈرتا تھا۔

پر وہ اس دل کا کیا کرتا جو اس لڑکی کو دیکھ کر بے طرح دھڑکنے لگا تھا۔

شاید وقت بڑی چال چلنے والا تھا۔۔کوئی بڑا حادثہ وقت پال رہا تھا۔

ایسا حادثہ جس میں بچنے کے بعد انسان سانس تو لیتا ہے پر زندہ نہیں رہتا۔

وہ جس کشمکش میں گرفتار تھا اس سے نکلنا چاہتا تھا۔

اور اس کا ایک ہی حل تھا کہ وہ تیمور ولا جتنی جلدی ہو چھوڑ دے۔اور وقت اس کی سوچوں پر مسکرا رہا تھا

۔

وقت اور تقدیر کی اکثر چالوں کے جواب میں انسان کے پاس کوئی چال نہیں ہوتی ہے۔اور انسان مات کھا جاتا ہے۔

وہ ہمیشہ ونر رہا تھا اور اب اسے زندگی کی ایک بڑی بازی میں اپنا کردار ایسے رکھنا تھا کہ وہ اگر جیت نہ پائے

تو کم از کم اسے مات بھی نہ ہو۔

محبت ہار جانا کتنا مشکل تھا وہ ابھی نہیں جانتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

یونیورسٹی سے نکلتے ہی احل کو سامنے کھڑے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے من تشاء بالکل گھبرا گئی۔

"میں نے بھائی سے کہا تھا کہ مجھے اور میری بیسٹ فرینڈ کو سکالر شپ ملنے کی خوشی میں ٹریٹ ملنی چاہیے ۔ اس لئے بھائی ہم دنوں کو لینے آئیں ہیں ۔"میرب نے چہک کر اسے بتایا تو اس کی جان میں جان آئی۔

"پر مجھے گھر جانا ہے ایسے گئی تو سب پریشان ہوں گے۔"من تشاء ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی ۔اس لئے اس نے بہانا کیا۔

"رہنے دو یہ ڈرامے میں نے ایمان آپی کو میسج کر دیا تھا کہ تم میرے ساتھ ہو۔"میرب نے چٹکی میں اس کا بہانا اڑا دیا۔

وہ احل کے پاس پہنچ چکے تھے ۔

"پر میں ۔"

"میں میں کچھ نہیں جانا ہے تو مطلب جانا ہے ۔"میرب نے اسے گھورا تو وہ چپ رہ گئی ۔

"اگر تمہاری دوست کو کوئی پرابلم ہے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے انہیں جانے دو۔"احل نے سرد لہجے میں کہا تھا ۔

من تشاء نے چونک کر احل کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کا لہجہ اور نظریں دونوں ہی اجنبی تھیں۔

شناسا لہجوں کا بدل جانا اور اور نگاہوں میں اجنبیت کا اتر آنا کس قدر تکلیف دہ تھا یہ من تشاء نے آج جانا تھا۔

احل گاڑی کا دروزہ کھول کر اندر بیٹھ چکا تھا ۔۔

من تشاء اور میرب پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکے تو اس نے گاڑی کو سڑک پر ڈال دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ریسٹورنٹ میں تھے۔

کھانا کھا کر اوپر سے آئس کریم کھائی گئی اور پھر واپس کا سفر شروع ہوا۔

احل نے من تشاء کو یوں نظر انداز کیا تھا جیسے وہ ان کے ساتھ تھی ہی نہیں ۔

تیمور ولا کے سامنے من تشاء کو اتار کر احل نے گاڑی واپس گھوما دی۔

اور من تشاء تب تک وہاں کھڑی رہی جب تک گاڑی اس کی نظروں میں گم نہیں ہو چکی ۔

پھر تھکے قدموں سے چلتی ہوئی تیمور ولا میں داخل ہوگئی ۔

آج احل کے انداز نے اسے اسے بری طرح ہرٹ کیا تھا۔۔اور وہ یہ تک نہیں جانتی تھی کہ وہ کیوں اتنا ہرٹ ہوئی تھی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گرمیوں کی چھٹیاں ہو چکی تھیں یونیورسٹی آف تھی ۔من تشاء ہر سال گرمیوں میں کراچی اپنی نانا نانی کے ہاں جاتی تھی ۔اور یہ وقت اس کی زندگی کا حسین ترین ہوتا تھا ۔نانا نانی من تشاء کو بہت پیار کرتے تھے اور اس کے ناز نخرے اٹھاتے تھے ۔

آج شام انہیں کراچی کے لئے نکلنا تھا وہ صبح سے پیکنگ میں مصروف تھی ۔اس کی خوشی سے دیدنی تھی۔

ایمان اس بار نہیں جا رہی تھی اور ارسلان ویسے بھی کسی کی طرف کم جاتا تھا ۔اس لئے اس بار وہ اور اس کی ماں ہی جا رہے تھے ۔

شام کے قریب وہ سب سے رخصت ہوئے اور گاڑی میں بیٹھ کر کراچی کا سفر شروع کیا۔

اس بار کراچی کے لئے من تشاء کے بہت سارے پلان تھے جنہیں وہ پورا کرنا چاہتی تھی۔

گاڑی بھاگی جا رہی تھی من تشاء نے ماں کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے سو چکی تھیں ۔۔من تشاء نے بھی انکھیں بند کر کر سر سیٹ سے ٹکا دیا اور اپنی سوچوں کے گھوڑے پر سوار بھاگنے لگی۔

اچانک جیسے کوئی چیز شدت سے ان کی گاڑی سے ٹکرائی۔

اس نے اپنی ماں کی چیخ سنی اور وہ منہ کے بل سیدھی سامنے سیٹ سے ٹکرائی۔

اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔

جو حادثے وہ خواب میں دیکھا کرتی تھی ان کی شروعات ہوچکی تھی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اسے پتا چلا اس کی ماں کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہوچکی ہیں۔من تشاء کو کافی چوٹیں آئیں تھی پر جو چوٹ اس کی ماں کی جدائی کی تھی وہ بہت اندر کہیں لگی تھی۔۔ہر زخم بھر جاتا

ہے پر اپنوں کی جدائی کی زخم جب تک سانس آتی ہمیشہ تازہ رہتاہے۔

اللہ کے بعد اس کی ماں ہی تو تھی جس سے وہ باتیں کرتی تھی آج وہ بھی اس سے چھین لی گئی تھی ۔

ہسپتال سے ڈسچارج ہوکر وہ گھر آچکی تھی ۔

اس کا بچ جانا ایک معجزہ تھا سب یہی کہہ رہے تھے ۔پر من تشاء کو لگتا تھا کہ وہ بچی نہیں تھا اسی جگہ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ مر چکی تھی ۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ دھاڑیں مار کر روئے ۔پر اس کی آنکھیں خالی تھیں۔

بے بسی اور اذیت کی انتہا شاید یہ ہوتی ہے کہ انسان رونا چاہے اور اسے رونے کے لئے آنسو نہ ملے ۔

کبھی کبھی انسان نہیں انسان کا دل مرجاتا ہے اور یہ موت کس قدر اذیت ناک ہوتی یہ بس وہی جانتے ہیں جن کا دل مرا ہو ۔

اس کے زخم مندمل ہو رہے تھے ۔سب حیران تھے کہ وہ روئی نہیں تھی ۔

دادی نے دبے لفظوں میں کہا کہ ہے ہی منحوس اپنی ماں کو کھا گئی اب کیا روئے گی۔

ہتھیار جسم کو زخمی کرتے ہیں اور الفاظ روحوں کو چھید ڈالتے ہیں۔

اس کی روح بھی ایسی باتوں سے بری طرح زخمی ہو رہی تھی۔

آنسو پوچھنے والے ہاتھ جب زخم دیتے ہیں تو ان کی تکلیف ایسی ہوتی جیسے کوئی ریشمی کپڑے کو کانٹوں بھری جھاڑی پر پھینک کر واپس بے دردی سے کھینچ لے ۔اور کپڑے کا ریشہ ریشہ کانٹوں سے الجھ کر تار تار ہو جائے۔

ایسے ہی لفظوں کے کانٹوں پر روح گھسیٹی جائے تو انسان اذیت کی انتہا پر چلا جاتا ہے۔لفظ مرحم بھی ہوتے ہیں اور خنجر بھی۔

من تشاء کی دنیا ہی دنیا ہی بدل چکی تھی ۔

دن گزرتے جا رہے تھے ڈاکٹرز کے بقول وہ ٹھیک ہوتی جا رہی تھی سارے زخم بھر رہے تھے ۔

جسم کے زخم تو بھر جاتے ہیں۔پر روح کے زخم کبھی کبھی وقت کے ساتھ ساتھ ناسور بن جاتے ہیں اور بلآخر انسان کی جان لے لیتے ہیں۔

اس کا زخم بھی ہر گزرتے دن کے ساتھ گہرا ہو رہا تھا ۔

کہتے ہیں وقت ہر زخم کو بھر دیتا ہے۔۔پر غلط کہتے ہیں کچھ زخموں کو وقت زندگی کے ہر موڑ پر کریدتا رہتا ہے اور انسان درد سے بلبلاتا رہتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پھولوں کی کیاریاں ویسے ہی مختلف پھولوں سے لدی ہوئیں تھیں۔پر من تشاء کافی دیر سے لان میں خاموش بیٹھی سب کو آتے جاتے دیکھ رہی تھی۔بہار جوبن پر تھی پر من تشاء خزاں اوڑھ چکی تھی۔ایک ایسی خزاں جس پر بہار کبھی نہیں آتی ۔

رامش کافی دیر سے ٹیرس پر سے اسے دیکھ رہا تھا۔اتنی دور سے بھی اس کی آنکھوں کی وحشت رامش کو صاف دکھائی دے رہی تھی ۔

الجھے ہوئے بال، سلوٹ زدہ لباس اس حادثے کی خبر دے رہا تھا جو سب پر سے گزر چکا تھا ۔۔پر اس لڑکی پر رُکا ہوا تھا ۔

کچھ حادثے گزرتے ہی کہاں ہیں انسان پر ٹھہر جاتے ہیں۔ہر لمحہ ہر یاد سے انسان کے وجود کو بار بار پیتے ہیں۔

رامش رہ نہیں پایا اس لئے ٹیرس سے اتر کر اس کے پاس چلا آیا۔

من تشاء نے خالی نظروں سے اسے دیکھا ۔

رامش نے اتنی خالی آنکھیں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔کسی بھی جذبے اور احساس سے خالی آنکھیں جن میں زندگی کی چمک ڈھونڈنے سے بھی اسے نہیں ملی تھی۔

"کتنی عجیب بات ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں موت جسم کی ہوتی ہے۔حالانکہ موت تو کئی طرح کی ہوتی ۔کبھی روح مرتی ہے کبھی دل مرتا ہے ۔کبھی مسکراہٹیں مر جاتی ہیں تو کبھی خواب مرتے ہیں۔زندگی شاید اقساط میں مرنے کا نام ہے ۔ جان جانے سے پہلے تک انسان کو کہی بار مرنا ہوتا ہے ۔"

وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا جو کہیں سے بھی زندہ نہیں تھی ۔۔۔رامش نے پہلی بار ایسی آنکھوں کو دیکھا جو مر چکی تھیں۔

"ہر انسان کو جانا ہے اپنا اپنا وقت ہے ہم سب قطار میں لگے ہیں۔خود کو سنبھالو جانتا ہوں کہ ماں کا یوں بچھڑ جانا آسان نہیں پر زندگی چلتی رہتی۔"

رامش نے کہا تو من تشاء مسکرائی۔۔مردہ سی مسکراہٹ ۔

"جس تن لاگے وہ تن جانے۔"اس کی بات پر رامش چُپ رہ گیا۔

بس خاموشی سے اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

کبھی کبھی لفظوں کے مقابل خاموشی ہی بہترین ہوتی ہے ۔

اس کے بس میں کہاں تھا کہ وہ اس لڑکی کے بدن میں زندگی پھونک دیتا ہے اور اس کے سارے غم اس سے لیکر بدلے میں اپنی ساری خوشیاں اسے سونپ دیتا ۔

پر کچھ غم سانجھے نہیں ہوتے جو بانٹے نہیں جا سکتے ہیں۔انسان کو تنہا ہی وہ سہنے ہوتے ہیں۔۔یہی زندگی ہے ۔

☆☆☆☆☆☆☆

رامش اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔وہ جس راستے پر چل رہا تھا اس کا انجام وہ اچھے سے جانتا تھا۔

"ہم اکثر ہی اپنی محبت کا انجام جانتے ہیں پر اسے نظر انداز کر کے خوش گمانی کے درخت تلے بیٹھ کر حقیقت کی دھوپ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھتے ہوئے بھی یہ یقین کر لیتے ہیں کہ نہیں خوش گمانی کا درخت ہمیں اس دھوپ سے بچا لے گا۔"

رامش کوئی ٹین ایج لڑکا نہیں تھا۔ایک ذمہ دار انسان تھا پر اس بار وہ جس چیز کا شکار ہوا تھا وہ بلکل نئی اور اچھوتی تھی۔

عقل کہہ رہی تھی کہ وہ ان ستاروں کی طرح ہیں جو ایک مدار میں رہ کر بھی نہیں ملتے ہیں

ان کا ملنا بہت بڑی تباہی لاتا ہے۔

پر کچھ جذبوں پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔

"محبت پانی کی طرح ہوتی ہے اپنا راستہ خود بناتی ہے اور آپ اس کے ساتھ بہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں"

رامش بھی اس محبت کی مخالف سمت تیرنے کی کوشش کر رہا تھا پر اس کے طاقت اسے مغلوب کر رہی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ اس کے خاندان نے تیمور ولا کا نمک کھایا ہے اور اگر وہ یہاں آیا ہے تو کسی نمک حرام کی طرح ایسا کچھ نہیں کر سکتا جس سے اس کے خاندان پر سوال اٹھیں۔

پر جو محبت اس کے اندر خاموشی سے پنپ رہی تھی وہ اس سے اب خوفزدہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

دن تیزی سے گزر رہے تھے تیمور ولا میں معمولات زندگی واپس نارمل روٹین میں آ چکے تھے۔

من تشاء کے علاوہ سب کی زندگی ہی واپس سے شروع ہو چکی تھی۔

ایمان دادی کے قریب تھی اور ارسلان تو ویسے بھی سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔

پر من تشاء تنہا ہو چکی تھی۔اور جو کمیاں اس کی ماں نے اپنی محبت سے سب سے چھپا رکھی تھیں وہ ایک ایک کر کے سب پر کھل رہی تھیں۔

ارسلان کی شادی کی تاریخ پکی ہو گئی اور تیمور ولا میں ماتم کی جگہ شہنائیاں بجنے لگیں۔

اس بار ساری خریداری چھوٹی چچی نے کی تھی۔اور شادی کے دن تک بمشکل خریداری پوری ہوئی تھی۔چچی نے ایمان اور من تشاء کے لئے کھلے دل سے چیزیں خریدی تھیں۔

من تشاء کی اپنی تو کوئی پسند نہیں تھی اس لئے اس کے لئے سب کچھ چچی نے اپنی مرضی سے خریدا تھا۔

اور خلاف معمول اسے پسند آیا تھا۔

شادی سے دو دن پہلے سب اپنی لائی ہوئی چیزوں کو پہن کر دیکھ رہے تھے۔۔

گہرے سبز رنگ اور کوپر کلر کا غرارا چچی نے من تشاء کے لئے لیا تھا۔

ملبوسات جیولری اور جوتے وغیرہ سب میچنگ تھے اور جب اس نے وہ سب پہن کر چچی کو دکھایا تو انہوں نے کہا بلاشبہ تم پر یہ بہت جچ رہے ہیں۔

پھر شادی کا دن بھی آ گیا۔

میرب کو بلانے کے باوجود وہ نہیں آئی تھی اور من تشاء سخت الجھی تھی۔

آج بارات والے دن جب وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو سب کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔

چچی نے بڑی محنت سے اسے تیار کیا تھا اور وہ آج بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

ثمینہ چچی ایک سلجھی ہوئی خاتون تھیں وہ جانتی تھیں من تشاء کیسی لڑکی ہے وہ چاہتی تھیں بھائی ہی شادی پر وہ کسی بھی قسم کی احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔۔اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دن بھر کی تھکن سے چور وہ بستر پر گر چکی تھی پر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔عشاء کی نماز میں وہ خوب روئی تھی۔

میرب نے اسے کال کر کے شادی پر نہ آنے کی وجہ بتاتے ہوئے معذرت کی کہ احل آج باہر جا رہا تھا اس لئے وہ نہیں آ سکی۔۔۔

آج من تشاء کو ادراک ہوا تھا کہ اسے احل سے محبت ہو گئی تھی۔کب اور کیسے یہ تو اسے بھی معلوم بھی نہیں تھا۔

پر ہر لمحہ اس کی محبت کا احساس گزرے لمحے سے زیادہ ہو رہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں آنسو اس کے رخساروں کو بگھو رہے تھے اس بے اپنے وجود کو اپنے بازوؤں میں لیٹ لیا۔

اس احساس کے ساتھ کہ اس کی ماں نے اسے سینے سے لگا دیا ہے۔۔

پھر جانے کب اسے نیند آئی۔۔

فجر کی ازان کے ساتھ اس کی آنکھ کھلی معمول کے مطابق اس نے بسمہ اللہ پڑھی اور وضو کر کے دو رکعت نوافل کی نیت باندھ لی۔

آج اپنے دوست کے ساتھ کرنے کے لئے اس کے پاس بہت ساری باتیں تھیں۔

نوافل کے بعد وہ تسبیح پڑھتے ہوئے جانے اسے کیا ہوا کہ وہ سجدے میں گر کے رونے لگی۔۔

آج اس کی دعاؤں میں ماں کے ساتھ ایک اور رشتے بھی جڑ گیا تھا اور وہ رشتہ احل کا تھا۔

خوب رو کر دعائیں مانگ کر اس کا دل کچھ ہلکا ہوا تھا۔۔

آج من تشاء کو احساس ہوا تھا کہ وہ احل کی محبت میں پوری طرح ڈوب چکی تھی۔

یوں تو وہ دن میں پانچ وقت اپنے دوست اللہ سے باتیں کرتی تھیں اور اسے لگتا جیسے اللہ اس کی باتیں سن کر اسے جواب بھی دیتا ہے پر

اب ایک انسان تھا جس سے وہ باتیں کرنے لگی تھی۔۔ جیسے جیسے دن گزر رہے تھے من تشاء کی دیوانگی میں اضافہ ہو رہا تھا۔اب تو وہ براہ راست احل سے باتیں کرنے لگی تھی اس کا یہ تصور اس قدر مضبوط تھا کہ وہ احل سے باتیں کرتی تو لگتا جیسے وہ اس کے پاس بیٹھا اس کی باتیں سن رہا ہے۔

فجر کو کبھی یہ محبت یکطرفہ لگی ہی نہیں تھی اب وہ اکیلی نہیں رہتی تھی احل کا احساس ہر دم اس کے پاس رہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میرب من تشاء کی وجہ سے کافی پریشان تھی۔وجہ اس کی اداس آنکھیں تھیں۔ جنہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کسی بھی وقت چھلک جائیں گی۔نہ وہ ٹھیک سے سوتی تھی اور نہ کھانے پینے کا اسے ہوش تھا۔

میرب کو لگا شاید وہ اپنے گھر کی وجہ سے پریشان ہے۔

چھوٹی چچی کی نرم مزاج تھیں پر بڑی چچی کی کبھی ان سے اور ایمان آپی سے نہیں بنی تھی۔

دادی کو تو وہ لگتی ہی بری تھی اس لئے وہ اپنے گھر میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔اگر کسی کا موڈ کسی اور پر خفا ہوتا تو اس کا غبار من

تشاء پر نکلتا تھا۔

ایمان آپی کی نسبت طے ہو چکی تھی اور ماہ شوال میں ان کی شادی متوقع تھی۔

ایمان کا رشتہ چھوٹی چچی کے رشتہ داروں میں ہوا تھا دادی جلدی از جلد ایمان کی شادی کرانا چاہتی تھیں۔وجہ بڑی چچی تھیں۔

جنہوں نے اپنے نکھٹو اور نالائق بھائی کے لئے ایمان کا رشتہ مانگا تھا۔۔

ان کے خیال میں بن ماں باپ کے بچی ہے کون پوچھے گا، پر ایمان میں تو دادی کی جان تھی بہو کو ایسی ایسی سنائیں کہ دوبارہ ان کی ہمت ہی نہیں ہوئی کچھ کہنے کی۔

بڑی چچی کا نام ملیحہ تھا پر ملاحت انہیں چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ان کو ایمان سے عجیب سی نفرت تھی۔ان کے بھائی ایمان کو پسند کرنے لگے تھے جو کسی بھی لحاظ سے ایمان کے لائق نہیں تھے۔شکل نہ عقل اوپر سے کوئی کام کاج بھی نہیں کرتے تھے۔میٹرک فیل تھے۔

اس رشتے کی چھوٹی چچی نے بھی مخالفت کی تھی نتیجہ ان سے بھی بڑی چچی کی ٹھن چکی تھی۔

بس اس روز روز کے جھگڑے سے تنگ آکر چھوٹی چچی کی طرف سے آنے والے ایک معقول رشتے کو دیکھ کر دادی نے ہاں کر دی تھی۔

جنید ایم اے انگلش تھا اور اپنا بزنس تھا دیکھنے میں بھی معقول انسان

وہ اپنے بیٹے کے لئے رشتہ تلاش کر رہے تھے اور یوں ان کی نظر انتخاب ایمان پر آئی۔چھوٹی چچی کی توسط سے رشتہ طے ہو گیا اور ایمان کی منگنی ہو گئی۔

دادی جلد از جلد ایمان کی شادی کرنا چاہتی تھیں پر ارسلان کے امتحان تھے وہ ڈل میتھ کے ساتھ ایم ایس سی کر رہا تھا اور ہر وقت کتابوں میں ڈوبا رہتا تھا۔

اس کے امتحانات کے مناسبت سے تاریخ رکھی گئی تھی۔

پر من تشاء کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں تھی وہ سب سے الگ ہو چکی تھی کم نیند اور کم خوراکی سے اسے کسی بیماری کے نہ ہونے کے باوجود مریضہ بنا دیا تھا ہر وقت اس کی آنکھیں اداس اور متورم رہتی تھیں۔وہ تو غنیمت تھا کہ کسی کی اس پر توجہ ہی نہیں ہوتی تھی

۔

بس ایک میرب تھی جس اس کی وجہ سے پریشان رہتی تھی۔اسے لگتا تھا کہ من تشاء گھر میں تناؤ کی وجہ سے پریشان ہے پر

کہیں نہ کہیں اسے لگتا تھا جیسے وجہ کچھ اور بھی ہے۔وہ چاہتی تھی من تشاء خود ہی اسے سب بتائے کیوں کے وہ جانتی اس کے پوچھنے پر وہ اسے کبھی کچھ نہیں بتائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش تیمور ولا کے حالات سے باخبر تھا۔۔اور من تشاء کی گرتی ہوئی صحت اسے پریشان کر رہی تھی۔اسے موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ من تشاء سے بات کرے۔

آج اتنے دن بعد اسے لان میں بیٹھے دیکھ کر وہ سیدھا اس کی طرف آیا تھا۔

ہیلو من تشاء کیسی ہیں آپ؟

دکھائی تو دے رہی ہوں کیسی ہوں۔

وہ زبردستی مسکرائی۔

رامش اس کے پاس بیٹھ چکا تھا۔

اپنی صحت کا خیال رکھیں میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں کہ آپ ٹھیک نہیں ہیں۔انسان اپنا خیال خود رکھتا ہے تو وہ ٹھیک رہتا ہے کوئی کسی کا خیال نہیں رکھتا ھے

جی میں ٹھیک ہوں آپ کو وہم ہوا ہے۔

مم تشاء نے کہا۔

آپ ٹھیک نہیں ہیں میں کہہ تو رہا آپ کی صحت گر رہی ھے۔

رامش نے اپنی بات پر زور دیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

میں نے جو کہا ٹھیک ہوں تو مطلب ٹھیک ہوں۔آپ کو یا کسی اور کو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ھے۔

سپاٹ لہجے میں کہتی وہ وہاں سے اٹھ گئی اور رامش ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

جانے وہ کیوں اپنے ساتھ ایسا کر رہی تھی۔یہ سوال رامش کو پریشان کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء امتحان پاس کر چکی تھی اور اد دوران بہت کچھ بدل چکا تھا۔میرب کی منگنی اپنے کزن کے ساتھ طے ہو چکی تھی اور احل کے آنے میں کافی وقت رہے۔

ایمان آپی کی شادی ہو چکی تھی اور ارسلان امتحان کے بعد آگے ایڈمیشن لینے کی تیاریوں میں تھا۔ایمان اپنے گھر میں خوش

تھی۔۔ایمان کی شادی کے بعد تیمور ولا میں جگڑا طول پکڑ چکا تھا جس کے نتیجے میں بڑی چچی نے علحدہ گھر کا مطالبہ کیا تھا بڑے چچا بھی اس کے ساتھ تھے۔۔دادی بھی یہی سوچے بیٹھیں تھیں انہوں نے جائیداد کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا۔

دادی کی اس کی بات پر من تشاء نے پہلی بار کھل کر کہا تین کیوں۔۔پھپو کا حصہ بھی ہونا چاہیے۔۔اس کا اتنا کہنا تھا جیسے قیامت آگئی بڑے چچا تو ایسے غضبناک ہوئے کہ جیسے اس نے کوئی خلاف اسلام کوئی بات کر دی ہو۔

من تشاء کو احساس ہوا کہ جس معاشرے میں وہ زندہ ھے۔وہاں مذہب سے رسم ورواج زیادہ مضبوہیں۔

اور شاید ان کی اہمیت ایک جان سے زیادہ قیمتی ھے۔

اسے پہلی بار لگا احل کو نادانستہ انکار کرنا ہی اس کے حق میں اچھا تھا۔۔

من تشاء کی طبیعت اب مکمل رہنے لگی تھی اب تو چھوٹی چچی بھی اس کی وجہ سے پریشان تھیں کہی بار اس سے پوچھ چکی تھیں پر وہ پڑھائی کے دباؤ کا کہہ کر بات ٹال دیتی تھی۔

پر میرب کی برداشت اب جواب دینے لگے تھی۔

پھر ایک دن کالج کے لان میں بیٹھے ہوئے میرب نے اس سے صاف پوچھا۔

من تشاء کیا بات ہے تم پریشان رہتی ہو کیا ہوا ہے تمہیں۔

میرب کی بات سن کر من تشاء کی انکھیں جو کم سے رونے کو بے چین تھیں چھلک اٹھیں۔اور وہ ہلکی سی آواز میں بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

میرب۔۔احل۔

میرب تو جیسے سکتے میں آگئی تھی۔اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کے سر پر بم پھوڑ دیا ہو۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس کی حد درجہ حساس دوست اتنے عرصے سے اس کے بھائی کی محبت میں گرفتار ہے وہ بھی یک طرفہ۔

من تشاء بولے جا رہی تھی پر میرب کے کانوں میں اس کے بھائی کا وطن چھوڑنے سے پہلا والا جملہ سنائی دے رہا تھا۔

کون من تشاء۔۔۔۔؟؟

من تشاء نے میرب کا کاندھا پکڑ کر ہلایا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

اچھا چلو اس پر پھر بات کرتے ہیں یہ جگہ مناسب نہیں

میرب نے جیسے خود کو تسلی دینے کے لئے کہا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

احل لندن سے آکر مزید آگے تعلیم جاری رکھنے کی تیاری میں تھا۔لندن میں بھی وہ بس پڑھائی کا ہو کر رہ گیا تھا نہ اتنے دوست بنے نہ وہ اس ماحول میں ایڈجسٹ ہو پایا۔۔

اس کے دماغ میں دادی اور ماں کی یہ باتیں تھیں کہ وہاں بس پڑھنا ہے اور کچھ نہیں۔ویسے بھی وہ اپنے گھر کے معاملات میں سنجیدہ قسم کا جوان تھا جو غیر ضروری چیزوں میں پڑ کر اپنا وقت برباد نہیں کرتا تھا۔

لندن یونیورسٹی سے اس نے فرسٹ کلاس ڈگری لی تھی اور وہاں اسے ہمیشہ گھر کی یاد ستاتی تھی

کبھی کبھی من تشاء ہے انکار کو سوچ کر اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی تھی پر وہ خود کلامی کرتا تھا۔

کہ اس نے مجھے مٹی سمجھ کر انکار کیا تھا اب میں اسے آسمان میں ستارہ بن کر چمکتا دکھائی دوں گا۔

اپنی اس خود کلامی پر اسے اپنے اندر یہ بات ضرور سنائی دیتی تھی کہ احل یہ محبت تو نہیں یہ تو ضد ہے۔

پر جواباً اسے کبھی اس پر شرمندگی نہیں ہوئی اسے فخر تھا کہ اس نے من تشاء کے انکار کو اپنی کمزوری نہیں بلکہ کامیابی کا زینہ بنایا تھا۔

من تشاء اسے ٹھکرا کر یقیناً پچھتائے گی پر وہ کبھی بھی نہیں پچھتائے گا۔

لندن سے واپسی پر ایک بڑی کمپنی میں جاب اس کی منتظر تھی اور وہ اپنی زندگی میں اب کافی حد تک پر سکون تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی اس کے ہجر میں جل کر راکھ ہو رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء یونیورسٹی سے آج اکیلی ہی نکلی تھی اس کے ڈرائیور کو بڑی چچی نے اپنے کام سے بھیج دیا تھا اور اسے کال کر کے بتا دیا تھا کہ وہ پبلک ٹرانسپورٹ سے آج گھر آئے۔

من تشاء کو دکھ ہوا۔

پر اصل دکھ اسے اپنے باپ کے رویے پر تھا۔جو اسے یوں بھول چکے تھے جیسے وہ ان کی بیٹی ہی نہیں تھی۔

بس سٹاپ پر وہ اپنی سوچوں میں غلطاں کر کھڑی تھی جب فیضی وہاں اپنے لفنگے دوستوں کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔

بس سٹاپ خالی تھا۔

کیسی ہو جان من کب تک نظر انداز کرو گی مجھے۔

سیٹی بجاتے ہوئے اس نے کہا۔

من تشاء نے اس کی بات نظر انداز کی

بس لیٹ آئے گی کیوں نہ ساتھ چلو کچھ وقت ہمارے ساتھ بھی گزارو۔

وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا

باقی اس کے دوست دور کھڑے ہنس رہے تھے

دفع ہو جاؤ یہاں سے زلیل انسان۔

من تشاء نے غصے سے کہا تو اس کے چہرے کے نقش بدلے۔

ایسی بھی کیا بات ہے تم میں جو اتنا اکڑتی ہو دکھاؤ مجھے۔

اس نے من تشاء کے حجاب پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

من تشاء پیچھے ہٹی۔۔۔

اس وقت سب سوئے ہوئے تھے اور روڈ خالی تھا۔

اس کے دوست بھی اب وہاں اچکے تھے۔

پلیز مجھے جانے دو۔

من تشاء خوف سے روہانسی ہو رہی تھی۔

ایسے کیسے جانے دیں تمہاری اکڑ تو ختم کرنی ہی ہو گی تا کہ تمہیں پتا چلے فیضی سے پنگا لینا کسے کہتے ہیں۔۔

وہ خباثت سے مسکرایا۔

اچانک ہی سڑک پر ایک بائیک کی غراہٹ ابھری۔

ایک بائیک وہاں رکی۔۔

وہ بائیک والا نیچے اتر آیا تھا۔ سر پر ہیلمنٹ ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

یہاں سے چلتے بنو۔۔ فیضی کا ایک دوست اس کی طرف بڑھا۔

اگلے ہی لمحے اس بائیک سوار نے سر سے ہیلمٹ اتاری گھما کر فیضی کے دوست کے منہ پر ماری۔

وہ رامش تھا۔

من تشاء نے اس کی آنکھوں میں سرخی کی لہروں کو دیکھا۔

اس لڑکی سے دور رہو۔

وہ غرایا۔۔۔اس کی آواز میں اس قدر سنگینی تھی تھی کہ فیضی کے چہرے کا رنگ بدلا۔

وہ من تشاء کی طرف بڑھا اور اس کے ہاتھ پکڑا۔۔وہ اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی تھی۔

بائیک کے پاس جا کر ارامش رکا اور پھر واپس پلٹا۔

دوبارہ اس لڑکی کے آس پاس بھی مجھے تم لوگ دکھائی دیئے تو تمہاری جان لے لوں گا اسے دھمکی مت سمجھنا۔

من تشاء کو اپنے پیچھے بٹھا کر وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔

کچھ آگے جا کر اس نے بائیک روکی اور اس کی طرف مڑا۔

تم ٹھیک تو ہو؟

من تشاء شاکڈ سے نکل آئی تھی اگلے ہی لمحے وہ رونے لگی

ارے ارے۔۔۔سب ٹھیک ہے روئے مت تم۔

وہ بوکھلا گیا۔

پر وہ اس کی بات سنے بغیر مسلسل روئے جا رہی تھی۔رامش نے کچھ دیر اسے چپ کرانے کی کوشش کی پھر خاموشی سے بائیک تیمور ولا کی طرف جانے والی سڑک پر ڈال دی۔

اس کے آنسو دیکھ کر رامش کا دل کر رہا تھا کہ ان لڑکوں کو ابھی جا کر شوٹ کر دے۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میرب نے احل کی واپسی کی خبر من تشاء سے چھپا رکھی تھی اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کرے۔احل ٹریننگ پر اسلام آباد جا چکا تھا اور میرب چاہ کر بھی اس سے من تشاء کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکی تھی

اسے احل کے رویہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

اور من تشاء کی ہر لمحہ بے چینی بھی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

جس دن من تشاء نے اسے احل کا بتایا تھا اسی دن وہ لندن سے پاکستان کے لئے نکلا تھا۔

اس کے کانوں میں بھائی کا بس ایک جملہ ہمیشہ گونجتا تھا۔۔کہ کون من تشاء؟

یعنی احل نے اسے بس پسند کیا تھا اور انکار پر اسے بھلا دیا تھا

من تشاء دو تین بار ہی احل کے سامنے آئی تھی اور کبھی ان کی آپس میں کوئی بات تک نہیں ہوئی تھی۔

پھر من تشاء کو احل سے اتنی شدید محبت کیسے ہو گئی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

جتنا وہ اس معاملے پر سوچ رہی تھی اتنا پریشان ہو رہی تھی۔

اسے اپنے بھائی کی ضد اور انا کا بھی پتہ تھا۔۔

بھائی کے اسلام آباد سے لوٹتے ہی میں اس سے بات کروں گی

میرب اس فیصلے پر پہنچ کر مطمئن ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء بائیک سے اتر کر اندر بھاگ گئی تھی رامش طویل سانس لیکر واپس جانے کے لئے پلٹا تو اسے دادی کی آواز سنائی سنو رامش۔

وہ پلٹا۔۔دادی لان میں کھڑی تھیں۔رامش کی نظر پہلے ان پر نہیں گئی تھی۔

سلام دادی جان!

وعلیکم السلام۔۔کیا ہوا اسے اور یہ تمہارے ساتھ کیوں آئی اور رو کیوں رہی ہے؟

وہ پوچھ رہی تھیں۔

ایک لمحے کو رامش کا دل کیا وہ کچھ نہ بتائے پر پھر یہ سوچ کر کہ اس طرح من تشاء اور اس کا کردار مشکوک ہو سکتا ہے ساری بات بتادی۔

وہ اس کی باتیں سن کر سوچ میں کھو گئیں۔

رامش کچھ دیر ان کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر بولا۔

میں جاؤں دادو؟

ہاں۔۔ہاں تم جاؤ۔

وہ چونکی اور سر ہلاتے ہوئے بولیں۔۔

رامش نے انہیں سلام کیا اور خاموشی سے بائیک پر بیٹھ کر باہر نکل گیا۔

بڑی بیگم کے پیشانی پر شکنوں کا جال پھیل چکا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

بڑی چچی نے پینترا بدلا تھا۔۔انہوں نے اب من تشاء کا رشتہ مانگا تھا اور بڑے چچا کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔

اس بار انہوں نے پکا داؤ کھیلا تھا۔

اپنے شوہر سے انہوں نے کہلوا دیا تھا کہ اگر یہ رشتہ نہ ہوا تو وہ کبھی بھی تیمور ولا میں نہیں آئیں گے۔

بڑی بیگم کو من تشاء سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔۔اس لئے اس بار انہوں نے کچھ خاص ردِ عمل نہیں دیا۔

بڑی چچی نے ان سے کہا کہ ایک ہی لڑکا ہے ان کے ہاتھ تلے رہے گا۔

بڑی بیگم نے تیمور ہمدانی سے بات کی۔۔انہوں نے کہا آپ جیسا مناسب سمجھیں۔

ویسے بھی تیمور ہمدانی کو بزنس سے فرصت کم ملتی تھی اور گھر کے ایسے فیصلے بڑی بیگم خود ہی کرتی تھیں۔

ایمان اپنے شوہر کے ساتھ دبئی جا چکی تھی۔۔چھوٹی چچی نے ایک بار پھر اس فیصلے سے اختلاف کیا پر بڑی بیگم کے تیور دیکھ کر چپ رہ گئیں۔

من تشاء کو جب اس رشتے کا علم ہوا پہلے تو اسے یقین ہی نہیں آیا تھا۔

پر وہ جانتی تھی وہ کسی کے لئے اتنی اہمیت نہیں رکھتی ہے اتنا سوچا جائے۔

اس لئے وہ سمجھ چکی تھی کہ اس سولی پر جلد ہی اسے ٹانگ دیا جائے گا۔

اسے اپنے بچنے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس کے مقدر کو خدا لکھتے وقت جانے کس بات پر برہم تھا کہ اس کے نصیب میں سوائے آنسوؤں کے اور کچھ بھی نہ تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء میرب سے ملنے آج اس کے گھر آئی تھی اور میرب کی امی نے ہمیشہ کی طرح اسے گلے لگا کر بہت ساری دعائیں دی تھیں۔اب وہ میرب کے پاس اس کے کمرے میں بیٹھی تھی۔

اب مجھے شروع سے ساری بات کہ کیسے تمہیں بھائی سے اتنی محبت ہوئی

میرب نے پوچھا تو من تشاء سوچ پر پڑھ گئی۔۔پھر کچھ دیر بعد بولنے لگی۔

میں نہین جانتی کہ ایسا کب ہوا ہے۔۔جس دن تم احل کی بات کر کے گئی تھی اور میں نے انکار کر دیا تھا اس دن کے بعد میں ہمیشہ سے ہی اسے سوچنے لگی تھی۔۔ارسلان کی شادی پر خود کو دیکھ کر مجھے لگا شاید مجھے کوئی بھی پسند کر سکتا ھے۔۔

وقت گزرنے کے ساتھ احل کا احساس مجھے شدید تر ہونے لگا تھا۔

میں نے غلطی کر دی تھی میرب بہت بڑی۔

من تشاء سسکی تو میرب نے اسے دلاسا دیا

ایسی بات نہیں وہ تمہارا حق تھا۔

ہر گزرتے دن مجھے احل کی محبت میں مزید گہرا ڈبو گیا۔۔میں یہ بات کسی سے بھی کرنے سے ڈرتی تھی۔سوائے اپنے دوست اللہ سے۔میں نے سجدوں میں احل کو مانگا اور اس کی روئی۔مجھے خود سمجھ نہیں آرہی تھی کہ مجھے کیا ہوا ہے۔

تب سے مجھے احل کی محبت دیمک کی طرح کھائے جارہی ھے۔

میں یہ بات کبھی بھی احل سے نہیں کہہ سکوں گی میں اس سے محبت کرتی ہوں اور اس کے لئے دھیرے دھیرے مر رہی ہوں۔

احل میرے دل کے ساتھ دماغ پر بھی حاوی ہو چکا ھے

شاید سب کی بے روخی کے بعد احل کی محبت ہی تھی جو مجھے ملی اور ایک بد قسمت لڑکی کے لئے یہ بہت قیمتی چیز تھی۔جب بھی احل کی یاد آتی ہے میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

میرب کو یاد آیا ایک بار وہ اسے ملنے گئی تو وہ سو رہی تھی اور تب اس نے دیکھا تھا کہ سوتے ہوئے بھی من تشاء کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

میرب تم میرے لئے احل سے بات کرو گی کیا پلیز انکار کہ کرنا.

من تشاء کی بات کر میرب سوچ میں پڑ گئی۔

وہ اسے کیا بتاتی کہ احل اس کے انکار کے بعد اسے دو دن میں ہی بھول چکا تھا۔

پر وہ یہ بات سمجھ چکی تھی من تشاء کے دل میں احل کی محبت دیوانگی کی حد تک شدید ھے۔

اگر اسے مناسب طریقے سے احل کا نہیں بتایا گیا تو من تشاء پاگل ہو جائے گی۔

میں اس پر کچھ سوچوں گی۔۔

من تشاء اس کا شکریہ ادا کر چلی گئی پر میرب کو بری طرح پریشان کر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گاؤں کے گھر کے صحن میں بیٹھا سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔

جو بات دل میں ہے وہ کہہ دو بیٹے جب سے شہر گئے کو کسی گہری سوچ میں گم رہتے ہو۔

ماں کی آواز پر سوچوں سے نکلا۔۔

ایسا نہیں ہے ماں

رامش نے مسکرانے کی کوشش کی۔

کچھ تو ہے جو تم کھوئے کھوئے سے رہتے ہو ہر وقت۔ ایسی کون سی بات ہے جو تم ماں کو نہیں بتا سکتے ہو۔ جب بھی گاؤں آتے ہو میں اسی طرح تمہیں دیکھتی ہوں

ارے آپ بھی نا بس جاب اور آگے سٹڈی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

رامش نے کہا

ماں کی نگاہیں اولاد کی سوچوں کو بھی سمجھتی ہیں پتر۔۔ جو بات ہے کہہ دو مجھ سے نہ سہی کسی اور سے کہہ دو۔ کچھ باتیں وقت پر نہ کہیں جائیں تو عمر بھر اندر ہی اندر ڈستی رہتی ہیں۔

ماں کی بات پر اس نے مسکرانے پر ہی اتفاق کیا۔

وہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی پھر گھر کے کاموں میں مشغول ہو گئیں۔

رامش سوچ رہا تھا کہ عمر بھر بچھتانے سے بہتر ہے کہ من تشاء سے بات کر لی جائے۔

اپنی اس سوچ پر وہ مسکرایا اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

اس بار شہر جاتے ہی اسے بتا دوں گا۔

اس نے خود کلامی کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

احل ٹریننگ سے واپس آ چکا تھا خوبرو وہ پہلے ہی تھا پر اب باہر کی آب ہوا اور کامیابی نے اسے مزید وجیہہ بنا دیا ے تھا۔

بہترین تعلیم اور اعلیٰ جاب پا کر اس کا دماغ ہواؤں میں تھا۔

میرب کچن میں رات کا کھانا بناتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ بھائی سے کس طرح بات کہ اس کے سامنے من تشاء کی سبکی بھی نہ ہو۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب احل کچن میں داخل ہوا اور اس کے سر پر محبت سے چپت رسید کی۔

میرب یک ٹک اپنے بھائی کو دیکھنے لگی جیسے وہاں کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔ لیکن وہ بھلا کی خود اعتمادی کے سوا اسے کچھ نہ ملا تو اس نے نگاہیں جھکا لیں۔۔

احل نے کچھ دیر بعد خود ہی پوچھا۔

وہ تمہاری دوست کی شادی ہو گئی ہو گی اب تک۔

پھر خود ہی بولا۔

شکر مجھے عقل آگئی ورنہ اس سڑیل کے ساتھ عمر گزارنی پڑ جاتی مجھے۔

اپنی بات پر اس نے قہقہ لگایا۔

میرب کو سمجھ نہیں آرہی تھی کس پر افسوس کرے بھائی پر یا اپنی دوست

میرب نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بارے میں وہ احل سے اب بات نہیں کرے گی۔ کیوں کے کچھ پوچھے بنا ہی اسے احل کا جواب پتا چل گیا تھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج صبح سے من تشاء میرب کو دل بار کال کر چکی تھی پر کسی نے کال رسیو نہیں کی

ابھی بھی وہ فون کان سے لگائے ہوئے تھے بیل جا رہی تھی۔

جب وہ فون رکھنے ہی والی تھی دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا۔

پر جس ہستی نے فون اٹھایا اس سے بات کرنے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت تھی۔ وہ کال بن بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ سلام کر چکی تھی۔

احل کو اندازہ ہو چکا تھا کہ دوسری طرف کون ہے۔

اس نے بے تکلفی سے وعلیکم السلام اور حال چال پوچھا۔

من تشاء کی جان میں جان آئی کہ احل کے دل میں غبار نہیں اس کے بارے میں۔

اس نے احل سے حال چال پوچھا اور پھر ہمت کر کے یہ بھی پوچھ لیا کہ جاب کیسی جا رہی ہے اور زندگی کیسی گزر رہی ھے

احل نے کہا یہ تو شروعات ہیں۔۔ سب اچھا جا رہا ہے

انشاء۔۔ اللہ آپ کو ہر چیز سے نوازے گا میں نے آپ کے لئے دعائیں جو اتنی کی ہیں۔

اگلے ہی پل اسے اپنی بے وقوفی کا احساس ہو کا احساس ہوا۔

احل ساری بات سمجھ چکا تھا۔ کافی دیر خاموشی رہی۔

من تشاء فون رکھنے ہی والی تھی کہ احل بولا۔

من تشاء میری سنئے۔

من تشاء کو اس کے لہجے کی قطعیت سے خوف آیا اور ساتھ ہی اپنا انکار کرنا بھی۔۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی فون بند نہیں کر سکی تھی۔۔

جی میں سن رہی۔۔اس کے منہ سے بمشکل یہی الفاظ نکلے تھے۔

مجھے ایک لڑکی پسند ہے مائرہ نام اس کا میں جلد اس سے منگنی کر رہا ہوں۔

اس سے آگے کہ الفاظ من تشاء نہیں سن سکی تھی۔۔اسے لگا جیسے ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔

اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا تھا۔

احل بہت مبارک ہو آپ کو۔

اس نے کانپتی آواز میں کہا۔۔۔احل نے اس کی آواز میں آنسوؤں کو محسوس کر لیا تھا تبھی وہ بولا۔

آپ مجھے اچھی لگیں تھیں اور میں نے مناسب طریقے سے پیغام بھی دیا تھا جسے آپ نے رد کر دیا تھا۔

ظاہر ھے جو آپ کو مناسب لگا وہ آپ نے کیا اب جو مجھے مما سن لگے گا میں وہ کروں گا۔

من تشاء نے فیصلہ کر لیا وہ دل کی بات کہہ دے اس لئے وہ بولی۔

احل میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور بہت زیادہ کرتی ہوں۔

اس وقت میں سمجھی نہیں میرے اندر اعتماد کی کمی تھی پر وقت گزرنے کے ساتھ احساس ہوا کہ میرا وجود آپ سے ہے۔

من تشاء نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

پر احل نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔اس لئے بڑے نارمل انداز میں بولا

بچوں جیسی باتیں نہ کریں آپ مجھے اب کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فجر چند لمحے کے لئے سن سی ہو گئی۔۔پھر بولی۔

میرا آپ پر اتنا حق ہے کہ آپ کے لئے دعا تو کر سکتی ہوں وہ میں کرتی رہوں گی۔

باقی کبھی آپ کو شاید فخر ہو کہ آپ نے مجھے پسند کیا تھا اور پھر ٹھکرایا تھا۔۔پر میرا دوست مجھے کبھی نہیں ٹھکرائے گا۔۔

فجر نے کال کاٹ دی وہی گر کر رونے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

احل نے مائرہ کا بم میرب کے سر پر پھوڑ دیا تھا اور اسے اسمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہ بات من تشاء سے کیسے کہے گی۔

وہ من تشاء کو ملنے آئی تھی اور اس کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

مائرہ کیسی ہے میرب کیا وہ خوبصورت ہے مجھ سے بہت زیادہ؟

من۔تشاء نے اچانک میرب سے سے پوچھا وہ نظریں چرا گئی۔

بتاؤنا۔

میرب کی آنکھیں نم ہوئیں اور اس نے من تشاء کو گلے سے لگا دیا۔

کوئی لڑکی تم جیسی نہیں ہو سکتی ہے من تشاء۔

پر من تشاء بے حس بنی رہی۔

میرب نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو بلکل خشک اور خالی تھیں۔

میرب کو اس کی آنکھوں سے آج بہت خوف آیا۔۔اس قدر خالی آنکھیں اس نے کبھی بھی نہیں دیکھی تھیں

میرب نے من تشاء سے معافی مانگی کہ اس نے احل کی واپسی کا اسے نہیں بتایا۔۔وہ چاہتی تھی اسے دکھ نہ ہو۔

پر من تشاء نے یہ کہہ کر اسے چپ کرا دیا کہ احل جو گیا تھا وہ واپس نہیں آیا ہے میرب۔

میرب کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ بس خاموشی سے من تشاء کو دیکھتی رہی۔

اسے احل پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے من تشاء جیسی لڑکی کو کھو دیا جو اس سے بے تحاشہ پیار کرتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

رات کو من تشاء کی طبعیت خراب ہوئی اور بے ہوش ہو چکی تھی۔۔ڈاکٹرز نے زہنی دباؤ کا بتایا تھا۔

چھوٹی چچی اس کے پاس بیٹھی ہوئیں تھیں۔

من تشاء بے ہوشی میں بھی احل کا نام لے رہی تھی۔

اب ان پر ساری بات کھل چکی تھی۔

انہیں اتنے عرصے سے فجر کی گرتی ہوئی صحت اور دیوانگی جیسی عبادت اور لمبی لمبی دعاؤں کی اصل وجہ آج پتا چلی تھی۔

انہیں فجر پر دکھ ہو رہا تھا۔۔اتنا عرصہ وہ اندر ہی اندر کسی کی محبت سے مر رہی ہے کہ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

پر اب انہوں نے سوچ لیا تھا کہ من تشاء کے ٹھیک ہوتے ہی وہ اسے ساتھ لیکر خود احل کے گھر جائیں گی اور ساری بات کریں گی۔

چاہے انہیں کچھ بھی کرنا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء کو ٹھیک ہوئے کچھ دن گزر چکے تھے

وہ اپنے کمرے میں لیٹی تھی جب چھوٹی چچی وہاں داخل ہوئیں۔

سنو میرب کی کال آئی ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہیں وہاں بلایا ہے میں بھی ساتھ چلتی ہوں

من تشاء ہڑبڑا کر اٹھی۔

چلیں چچی۔۔۔اچانک اسے جیسے کوئی خیال آیا تو بولی۔

پر وہاں تو۔۔۔

وہاں کیا؟

جلدی کرو۔۔احل بھی گھر پر نہیں ہے۔۔

من تشاء نے شکر کیا اور ان کے ساتھ باہر گاڑی میں آکر بیٹھی۔

ڈرائیور کو میرب کے گھر کا پتا تھا۔راستے میں چچی نے رک کر فروٹ خریدا

کچھ دیر میں وہ میرب کے گھر داخل ہوئے۔

صحن میں ہی میرب بیٹھی ہوئی تھی اور ساتھ احل بھی جس کی دروازے کی طرف پیٹھ تھی۔

چچی نے سلام کیا تو سب نے جواب دیا۔اچانک احل نے مڑ کر انہیں دیکھا۔

من تشاء کے قدم جہاں تھے وہیں رُک گئے تھے۔۔اسے اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

مری مری سی آواز میں اس نے چچی کو پکارہ اور وہ من تشاء کا چہرہ دیکھ کر ڈر گئیں۔

وہ بلکل زرد ہو چکی تھی۔

اچانک اس کے قدم لڑکھڑائے تو چچی نے اسے سنبھالا۔

آپ نے مجھ سے احل اور میرب کے بارے میں جھوٹ بولا۔

چچی نے اس کی بات پر نظریں چرا لیں۔

من تشاء نے آنکھیں بند کر لیں اور دل میں بولی۔

خدا تو پہلے بھی مجھے شرمندگی سے بچاتا رہا ہے آج بھی بچا لے۔یا مجھے مار دے۔

موت مانگنا گناہ کبیرہ ھے۔۔کوئی اس کے اندر بولا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ کسی حد تک سنبھل چکی تھی۔

احل نے دوست سے ملنے کا بہانا کر کے وہاں سے جانا چاہا تو چچی نے اسے روک دیا۔

مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے

احل کو معاملہ سنگین لگا۔

وہ سب اندر ڈرائینگ روم میں اچکے تھے۔

دیکھیں احل من تشاء آپ سے پاگلوں کی طرح محبت کرتی ھے۔۔اگر آپ اس سے دور رہے تو یہ مر جائے گی۔

چچی نے کہنا شروع کیا تو میرب تڑپ اٹھی۔

ایسا تو نہ کہیں آپ۔

میں یہ بات بتا چکا ہوں کہ میں اب اس سے محبت نہیں کرتا ہوں۔

میرب نے بھائی کو تاسف سے دیکھا۔

چچی کو اس سے اتنی بے حسی کی امید نہیں تھی۔

من تشاء کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب آرہا تھا۔پر وہ احل کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔

اسے لگا جیسے وہ آج اس کے در پر محبت کی بھیک مانگنے آئی ھے۔

یہ ایک دن زندگی کا سوال ہے احل۔

چچی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ کھڑا ہو گیا اور دوٹوک انداز میں بولا۔

من تشاء مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔

وہ مزید کچھ کہتا پر میرب کی چیخ نے ان سب کو دہلا دیا تھا۔

من تشاء بے ہوش چکی تھی۔

چچی اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں میرب بھاگ کر پانی لیکر آئی اور فجر کے منہ لر چھڑکنے لگی۔احل کمرے سے نکل کر جا چکا تھا۔

چچی کی آنکھوں میں آنسو اچکے تھے۔

اور میرب بھی آہستہ آہستہ روئے جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عصر کی اذانیں ہو رہی تھیں جب من تشاء اور چچی واپس تیمور ولا میں داخل ہوئے۔

من تشاء نے سارے راستے کوی بات نہیں کی تھی۔

چچی بھی خاموش تھیں۔۔

من تشاء نے وضو کیا اور عصر کی نماز کے لئے کھڑی ہوئی۔

نماز ادا کر کے وہ وہیں جائے نماز پر لیٹ گئی۔ آج وہ خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

چچی نے اس سے کھانے کے ساتھ پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔

شام تک وہ جائے نماز پر بیٹھی رہی اور درود شریف پڑھتی رہی۔

عشاء کی نماز ادا کر کے وہ سونے کے لئے لیٹ گئی۔

درود شریف پڑھتے ہوئے وہ کب سوئی اسے اندازہ ہی نہیں ہوا۔

تہجد کے وقت اس کی آنکھیں کھلیں۔ اس نے بہت خوبصورت خواب دیکھا تھا۔

اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ حرم پاک کے اندر مقام ابراہیم کے پاس کھڑی ہے اور کسی کو ڈھونڈ رہی ہے۔

اس دوران اسے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ آواز کی سمت دیکھتی ہے تو اسے وہاں اپنی ماں کھڑی دکھائی دیتی ھے۔

جو خوش کن آواز میں اسے اپنی طرف بلا رہی ہوتی ہیں۔ من تشاء کچھ دیر خواب کے متعلق سوچتی رہی۔

پھر اٹھی اور وضو کر کے نوافل ادا کئے۔ اس کے ذہن میں احل کی باتیں تھیں۔

تو اس کے لئے من تشاء کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ فجر کی آزانیں شروع ہو چکی تھیں۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی اس کا جسم بہت بھاری سا محسوس ہو رہا تھا۔

نماز کی نیت باندھ کر وہ کھڑی ہوئی پر اس سے زیادہ دیر کھڑا نہ رہا گیا وہ سجدے میں گر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹی چچی رات دیر تک من تشاء کے بارے میں سوچتی رہی

تھیں۔ ان کا دل۔ کیا تھا کہ آج وہ من تشاء کے ساتھ سوئیں پر پھر یہ خیال کر کے رہ گئیں کہ وہ اکیلی ہی حقیقت کا سامنہ کر کے اس سراب سے نکل آئے تو اچھا ہو گا۔

ابھی ان کی آنکھ کھلی تو فجر کا وقت گزر چکا تھا۔

وہ کمرے سے نکلیں اور ن تشاء کو دیکھنے اس کے کمرے کی طرف آئیں۔

دروازہ کھلا تھا اور من تشاء نماز ادا کر رہی تھی۔

وہ مطمئن ہو کر لوٹ آئیں اور وضو کر کے قضا نماز ادا کی اور پھر من تشاء کے لئے ڈھیر ساری دعائیں کیں۔

پھر اٹھیں اور من تشاء کو آواز دی پر کوئی جواب نہیں آیا۔اب تو اشراق کا وقت بھی ختم ہو چکا تھا

انہوں نے کمرے میں جھانکا تو من تشاء اسی طرح سجدے میں تھی۔انہوں نے اسے آواز دی پر من تشاء نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

انہیں کسی گڑبڑ کا احساس ہوا انہیں یاد آیا کہ کل بھی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔۔

وہ تیزی سے اس کی طرف آئیں اور اس کے کاندھے کو ہلائے اور وہ ایک طرف گرتی چلی گئی۔

چچی نے چیخ ماری۔۔

کچھ دیر میں سب وہاں جمع ہو چکے تھے۔

ارسلان ڈاکٹر کو لیکر جلدی آیا۔

پر دیر ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر نے کہا معاف کیجئے گا یہ قریباً فجر کے وقت شاید ان کی موت ہوئی ھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

من تشاء کی میت تیمور ولا کے صحن میں پڑی تھی۔میرب اور چھوٹی چچی بے تحاشہ رو رہے تھے۔

ایمان بھی اچکی تھی اور احل بھی وہیں موجود تھا۔۔آج سب کی آنکھوں میں اس کے لئے آنسو تھے۔تیمور ہمدانی جیسے پتھر کے ہو چکے تھے۔

آج من تشاء کے لئے سب کے دلوں میں احساس تھا محبت تھی وہ سب کی بے حسی اور نفرتوں کا زہر پیتے پیتے تھک چکی تھی اب اس کی ہمت نہیں رہی تھی اس لئے اس کے دوست نے اسے اپنے پاس بلا لیا تھا۔

اس کی ماں کے پاس اپنے پاس۔

اس کی زندگی کا سفر فجر کی نماز سے لیکر فجر کی نماز تک ہی مختصر تھا پر اس کے لئے بہت تکلیف دہ اور زہر بھرا سفر تھا۔

اب وہ اس سفر پر روانہ ہو چکی تھی جس پر اسے کبھی دکھ یا نفرت نہ ملتی۔۔کوئی اسے حقارت سے دیکھتا کوئی بھی اسے زخمی نہ کرتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش من تشاء کی قبر پر بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کھڑا کہہ رہا تھا۔مجھے معاف کرنا کہ میں نے آنے میں دیر کر دی۔

میں تمہیں ان نفرتوں سے بچا نہ سکا جنہوں نے تمہاری جان لے لی۔

تمہاری زندگی جتنی بھی تھی دکھ بھری تھی پر اب تم اطمینان سے لمبی نیند سو چکی ہو۔۔وہاں جا چکی ہو جہاں سے کبھی کوئی لوٹ کر واپس نہیں آتا۔۔

میں تم سے محبت کرتا ہوں یہ بات تم سے کہہ نہ پایا۔

خدا تمہاری قبر میں وہ سکون نازل کرے جس کے لئے تم ہمیشہ ترستی رہی۔

اس کی آنسو قبر پر گر رہے تھے۔

فضاء سوگوار ہو رہی تھی۔ من تشاء کا سفر تو ختم ہو چکا تھا پر اس جیسی نجانے کتنی لڑکیاں بیٹی ہونے کا خراج ادا کرتے ہوئے پل پل اپنوں کی نفرت کا شکار ہو کر مرتی تھیں

یہ کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ کوئی سمجھتا تھا۔

شاید اس معاشرے میں موت ہی وہ واحد راستہ تھا جس پر چل کر ہم زندگی کی دکھوں سے نجات پا سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس ناول پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com